الخلاصة فی العقیدہ

عقیدہ کے مختصر مسائل

تالیف: د/ خالد بن علی المشیقح

استاذ الفقہ، کلیہ شریعہ، جامعہ القصیم

ترجمہ: د/ اجمل منظور المدنی

زیر اشراف / تاصیل علمی فاؤنڈیشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

إنَّ الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا، ومن سيِّئات أعمالنا، من يهده الله فلا مُضلَّ له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد ألاَّ إله إلاَّ الله وحده لا شريك له، وأشهد أنَّ محمَّدًا عبده ورسوله.

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلاَ تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ [آل عمران: ١٠٢].

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ [النساء: ١].

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيدًا. يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ [الأحزاب: ٧١-٧٢].

وبعد :

یہ ایک مختصر متن ہے جس میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ ایک مسلمان پر کیسے یہ واجب ہے کہ وہ توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات کا عقیدہ رکھے۔ اسے میں نے اپنی ایک سابقہ کتاب سے اختصار کیا ہے جس کا نام "المختصر فی العقیدہ" ہے تاکہ دروس اور علمی دوروں میں اس کا پڑھنا اور پڑھانا آسان ہو جائے، اور اس کا نام میں نے (متن الخلاصہ فی العقیدہ) رکھا ہے۔

اسے تحریر کرنے، ضبط کرنے، اس کے معنی کو واضح کرنے اور اس کی عبارت کو آسان بنانے میں میں نے بڑی کد وکاوش کی ہے۔

و صلى الله على محمد وعلى آله وسلم۔

کتبہ:

د/خالد بن علی المشیقح

پہلی فصل

عقیدے کی تعریف، اس کی بنیاد، اس کے حصول کے اصول ومصادر اور اس سے مسائل کا استنباط واستدلال

پہلا مطلب:

عقیدہ اور توحید کی تعریف:

***عقیدہ:**

عقیدہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی پر پختہ ایمان رکھا جائے نیز ان تمام چیزوں پر جن سے اللہ کی وحدانیت لازم آتی ہو، اسی طرح اللہ کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر اور بھلی بری تقدیر پر ایمان لانا، اور اسی طرح ان تمام چیزوں پر بھی ایمان لانا جو ان اصولوں اور ان کے ملحقات سے متفرع ہوتے ہیں۔

***توحید :**

توحید کہتے ہیں اللہ تعالی کو ایک جاننا ان تمام چیزوں میں جو اس کے ساتھ خاص ہیں اور جن کی وجہ سے اس کے لیے ربوبیت، الوہیت اور اسماء اور صفات لازم آتے ہیں۔

*** جس نے توحید کے تقاضوں کو پورا کیا وہ جنت میں جائے گا:**

جو لوگ توحید کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں ان کے مختلف درجات ہیں، البتہ توحید کو پورا کرنے کے لیے یہ شرط ضروری ہے کہ اسے ان تمام چیزوں سے پاک اور خالص رکھا جائے جو دین وملت کے دائرے سے خارج کرنے والی ہوں، پھر اس کے بعد اسے پورا کرنے میں لوگ دو قسموں میں بٹ جاتے ہیں:

1 - جس کا پورا کرنا واجب ہے، جسے تحقیق واجب کہتے ہیں، اس سے مراد ان تمام چیزوں سے اسے خالص اور پاک کرنا جو شریعت میں حرام ہیں، جیسے کہ شرک اصغر، بدعات اور دیگر گناہ کے کام، اور ساتھ ہی شرعی واجبات کو انجام بھی دیا جائے۔

2 - جس کا پورا کرنا مستحب ہے اور جسے تحقیق مستحب کہتے ہیں، اس سے مراد ان تمام چیزوں سے اسے خالص اور پاک کرنا جو مکروہ ہیں، اور ساتھ میں مستحب اعمال کو بھی انجام دینا۔

دوسرا مطلب:

عقیدے کی بنیاد، اس کے حصول کے اصول ومصادر اور اس سے مسائل کا استنباط واستدلال

اس سے مراد اللہ سبحانہ وتعالی پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر اور بھلی بری تقدیر پر ایمان لانا ہے، ارشاد باری تعالی ہے(لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ)ترجمہ: ساری اچھائی مشرق ومغرب کی طرف منھ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھاوہ شخص ہے جو اللہ تعالی پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو۔(البقرہ:177)۔

اسی طرح جبرائیل علیہ السلام نے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا تھا:(أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ) ترجمہ: یہ کہ تم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخری دن (یوم قیامت) پر ایمان رکھو اور اچھی اور بری تقدیر پر بھی ایمان لاؤ۔(صحیح مسلم:8)۔

* حصول عقیدہ کے اصول ومصادر اور اس سے مسائل کا استنباط واستدلال:

1 - عقیدہ کا مصدر: کتاب اللہ، سنت صحیحہ اور اجماع سلف صالحین۔

2 - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے جو بھی صحیح ثابت ہو جائے اس کا قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے اگرچہ اس کا تعلق خبر واحد ہی سے کیوں نہ ہو، وہ حجت ہو گا ہر شعبے میں خواہ عقائد کے باب میں ہو یا کسی بھی دوسرے باب میں۔

3 - کتاب وسنت کے فہم میں مرجع ومصدر: وہ نصوص ہیں جو کتاب وسنت کی وضاحت اور اس کی تشریح کریں، اور سلف صالحین کا فہم ہے اور اسی طرح وہ ائمہ جو ان کے منہج پر قائم ہیں، اس فہم کا معارضہ مجرد لغوی احتمالات سے نہیں کیا جاسکتا۔

4 - تمام اصول دین کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کردیا ہے اب کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی نئ چیز پیدا کرے یہ گمان کرتے ہوئے کہ اس کا تعلق بھی دین سے ہے۔

5 - اللہ اور اس کے رسول کے لیے ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے سر تسلیم خم کرنا؛ چنانچہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کا معارضہ کسی قیاس، کشف وکرامات یا کسی شیخ یا امام وغیرہ کے قول سے نہیں کیا جاسکتا۔

6 - عقل صریح: جو کہ نقل صحیح کے موافق ہو؛ چنانچہ جب یہ دونوں قطعی ہوں گے تو کبھی بھی آپس میں معارض نہیں ہوں گے، اور اگر تعارض کا بظاہر وہم ہو تو نقل صحیح ہی کو مقدم کیا جائے گا۔

7 - عقیدے کے باب میں شرعی الفاظ کی پابندی واجب ہے اور بعد میں لوگوں نے جن بدعتی الفاظ کو ایجاد کیا ہے ان سے اجتناب کرنا بھی ضروری ہے۔

چنانچہ ایسے الفاظ جن کے اندر خطا اور صواب دونوں کا احتمال ہو جیسے کہ اللہ کے لیے جہت، مکان اور جسم وغیرہ، تو پہلے ان کے بارے میں استفسار کیا جائے گا اگر اسکا معنی برحق ہو گا تو اسے شرعی الفاظ کے ذریعے ثابت مانا جائے گا اور اگر اس کا معنی باطل ہو گا تو اسے رد کردیا جائے گا۔

8 - رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عصمت ثابت ہے، اور یہ امت محمدیہ بھی مجموعی طور پر معصوم ہے گمراہی پر اکٹھا نہیں ہو سکتی، البتہ اس امت کے افراد کو کوئی عصمت حاصل نہیں ہے، چنانچہ اگر ائمہ دین کسی مسئلے میں اختلاف کر بیٹھیں تو ایسی صورت میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا جائے گا، جس قول پر دلیل قائم ہو گی اسی کو قبول کیا جائے گا اور مجتہدین امت میں سے جس سے خطا ہو گی اسے معذور سمجھا جائے گا اگر ان کا تعلق ان لوگوں میں سے ہو گا جو اجماع سلف کی مخالفت نہیں کرتے۔

9 - یہ عقیدہ رکھنا کہ امت کے اندر کچھ ملہم لوگ بھی پیدا ہوئے ہیں جیسے کہ امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، اور یہ کہ اچھے خواب بر حق ہوتے ہیں، اور یہ خواب نبوت کا ایک حصہ ہیں، اور یہ کہ سچی فراست بر حق ہے، اور اس بات کا بھی عقیدہ رکھنا کہ اس امت میں اچھے لوگوں کے ہاتھوں کرامات کا ظہور ہوتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ شریعت کے موافق ہوں، البتہ وہ عقیدے اور دیگر شرعی احکام میں مرجع نہیں مانے جائیں گے۔

10 - دینی امور میں بحث و جدال کرنا مذموم ہے جب کہ حکمت اور مصلحت کے تحت بحث کرنا مشروع ہے؛ چنانچہ جن چیزوں کے اندر بحث و جدال کرنے سے منع کیا گیا ہے اس سے رکا جائے گا، اسی طرح جس چیز کے بارے میں علم نہ ہو اس بارے میں بھی گفتگو اور بحث و جدال کرنے سے رکا جائے گا، جن چیزوں کے بارے میں علم نہ ہو اسے اللہ سبحانہ و تعالی کی طرف احالہ کیا جائے گا۔

11 - جواب دینے اور رد کرنے میں منہج وحی کی پابندی کرنا ضروری ہے جیسا کہ اعتقادی مسائل اور احکامات کو ثابت کرنے میں اسی منہج کی پابندی ضروری ہے؛ چنانچہ کسی بدعت کو بدعت کے ذریعے رد نہیں کیا جائے گا، اسی طرح کوتاہی کو غلو اور اس کے برعکس یعنی غلو کا جواب کوتاہی سے نہیں دیا جائے گا۔

12 - دینی امور میں ہر نئی چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ تک لے جانے والی ہے۔

تیسرا مطلب:

لا الہ الا اللہ کی گواہی دینا

*کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا مفہوم:

اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ کلمہ توحید کی گواہی کے دوارکان ہیں: ایک (لا الہ) جس کے اندر نفی ہے، اور دوسرا (الا اللہ) جس کے اندر اثبات ہے۔ (لا الہ) کے ذریعے اللہ کے سوا تمام طرح کی الوہیت کی نفی کردی گئی ہے، اور (الا اللہ) کے ذریعے صرف اللہ وحدہ لاشریک کے لیے الوہیت کو ثابت کیا گیا ہے۔

*ایک فرعی مسئلہ :

صرف زبان کے ذریعے لا الہ الا اللہ کی گواہی دینا کافی نہیں ہے؛ چنانچہ جو اس کلمے کی گواہی دے اس کے معنی کو سمجھتے ہوئے، اس کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوئے، شرک کی نفی کرتے ہوئے اور وحدانیت کو ثابت کرتے ہوئے اس پختہ عقیدے کے ساتھ جو اس کے اندر پایا جاتا ہے، اور اس کے مطابق زندگی گزارے تو وہی حقیقی مسلمان ہے، لیکن اگر کوئی اس کلمے کے مطابق عمل کرتا تو ہے لیکن اس کا اعتقاد نہیں رکھتا تو وہ منافق ہے اور اگر کوئی اس کلمے کے خلاف عمل کرتا ہے یعنی وحدانیت کے بجائے صرف کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے مشرک کہا جائے گا اگرچہ وہ اپنی زبان سے اس کلمے کا اقرار ہی کیوں نہ کرے۔

چوتھا مطلب:

شرک اکبر اور شرک اصغر

***شرک اکبر:**

شرک اکبر کہتے ہیں کہ توحید ربوبیت، توحید الوہیت یا توحید اسماء وصفات و افعال کے اندر اللہ تعالی کے جو خصائص ہیں ان میں سے کسی بھی چیز میں غیر اللہ کو اللہ کے برابر ٹھہرانا۔

اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ قول ہے:(تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ[97] إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ)ترجمہ: اللہ کی قسم! بے شک ہم یقینا کھلی گمراہی میں تھے۔[97] جب ہم تمھیں جہانوں کے رب کے برابر ٹھہراتے تھے۔[الشعراء:98]۔

اور اسی طرح امام نسائی رحمہ اللہ نے ایک حدیث نقل کی ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا شَاءَ اللَّهُ وَشِئْتَ، فَقَالَ رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" أَجَعَلْتَنِي لله ندا؟ بَلْ مَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدَهُ."

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تو مجھے اور اللہ کو برابر کر رہا ہے؟ یوں کہو: جو اللہ تنہا چاہے۔ “

اور کفر تو اس سے بھی زیادہ عام ہے جس کی تعریف بعد میں آئے گی۔

***ایک فرعی مسئلہ:**

اگر یہ برابری اعتقاد میں ہو تو اسے شرک اکبر کہیں گے جیسا کہ اس پر دلیلیں گزر چکی ہیں، بایں طور کہ آدمی یہ اعتقاد رکھے کہ وہ تعظیم کرنے میں، تدبیر کائنات میں، مشیت اور توکل میں غیر اللہ کو اللہ عزوجل کے برابر ٹھہرا

رہاہے، اور اس سے ہر طرح سے برابری لازم نہیں آتی ہے بلکہ اگر بعض خصائص ہی میں برابر ٹھہرا رہاہے تو یہ بھی شرک ہے۔

*ایک فرعی مسئلہ :

یہ برابری اگر لفظی طور پر ہے اعتقادی نہیں ہے تو اسے شرک اصغر کہیں گے جیسے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا جیسا کہ صحیحین میں آیاہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " أَنَّهُ أَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِي رَكْبٍ وَعُمَرُ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ، فَنَادَاهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، فَمَنْ كَانَ حَالِفًا، فَلْيَحْلِفْ بِاللَّهِ أَوْ لِيَصْمُتْ" ،

ترجمہ : سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو ایک قافلہ میں پایا، اور وہ اپنے باپ کی قسم اٹھا رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پکار کر فرمایا: ”خبر دار! اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے روکتے ہیں کہ تم اپنے باپوں کی قسم اٹھاؤ، جس نے قسم اٹھانا ہو، وہ اللہ کی قسم اٹھائے یا چپ رہے۔“(صحیح مسلم:1646)۔

*شرک اکبر :

یہ سب سے بڑا گناہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کر کے کیا جاتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ) ترجمہ: بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے[لقمان:13]۔

اسی لیے شریعت نے اس پر بڑی عظیم سزائے مرتب کی ہیں جن میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

-اگر کوئی شرک پر مر جائے اور اس سے توبہ نہ کرے تو اللہ اسے معاف نہیں کرے گا جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایاہے:(إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَى إِثْمًا عَظِيمًا) ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے

سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا [النساء:48]۔

-شرک اکبر کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے، اس کا جان و مال حلال ہوتا ہے ارشاد باری تعالی ہے:(فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ)ترجمہ: پھر حرمت والے مہینوں کے گزرتے ہی مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔(التوبہ:5)۔

-اللہ تعالی مشرک کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا ہے، اس کے تمام سابقہ اعمال قیامت کے دن گردوغبار بنا کر اڑا دیے جائیں گے اگر اس نے شرک سے توبہ نہیں کیا ہوگا، اللہ تعالی نے مشرکوں کے بارے میں فرمایا ہے:(وَقَدِمْنَا إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا) ترجمہ:اور انہوں نے جو جو اعمال کیے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انہیں پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا[الفرقان:23]۔

-جس طرح ایک مسلمان کے لیے یہ حرام ہے کہ وہ کسی مشرکہ عورت سے شادی کرے اسی طرح یہ بھی حرام ہے کہ کوئی مشرک انسان کسی مسلم عورت سے شادی کرے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ)ترجمہ:اور شرک کرنے والی عورتوں سے تاوقتیکہ وہ ایمان نہ لائیں تم نکاح نہ کرو، ایمان والی لونڈی بھی شرک کرنے والی آزاد عورت سے بہت بہتر ہے، گو تمہیں مشرکہ ہی اچھی لگتی ہو اور نہ شرک کرنے والے مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، ایمان والا غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے، گو مشرک تمہیں اچھا لگے۔ (البقرہ:221)۔

اگر کوئی مشرک مر جائے تو نہ تو اسے غسل دیا جائے گا اور نہ ہی اس کی تکفین کی جائے گی اور نہ ہی اس کا جنازہ پڑھا جائے گا اور نہ ہی اسے مسلمانوں کی قبرستان میں دفن کیا جائے گا بلکہ مسلمانوں کی قبرستان سے دور لے جا کر ایک گڑھا کھود کر اس میں دفن کر دیا جائے گا۔

- مشرک پر جنت حرام ہے، وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیش رہے گا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ) ترجمہ: یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا [المائدہ: 72]۔

***شرک اصغر:**

ہر وہ عمل جو شرک اکبر کا ذریعہ ہو، نصوص شریعت کے اندر اسے بھی شرک کہا گیا ہے جیسے کہ ریاکاری اور غیر اللہ کی قسم کھانا وغیرہ۔

*شرک اصغر کا حکم :

1 - مذکورہ تمام احکام میں یہ شرک اکبر سے الگ ہے۔

2 - اس کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے بلکہ نوافض توحید کے بعد یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔

3 - ممکن ہے شرک اصغر بڑا ہو جائے اور شرک اکبر تک پہنچا کر دائرہ اسلام سے آدمی کو خارج کر دے۔

4 - اگر کوئی شرک اصغر پر مر جائے بغیر توبہ کے تو اس میں اختلاف ہے؛ اکثر علماء اسے مشیئت الٰہی کے تحت مانتے ہیں یعنی وہ اللہ کی مشیت کے تحت ہوگا اگر اللہ چاہے گا تو اسے معاف کرے گا ورنہ اسے گناہ کی بنیاد پر سزا دے گا۔

5 - شرک اصغر جس بھی عمل صالح میں پایا جائے گا اس کا ثواب باطل ہو جائے گا جیسا کہ ریاکاری میں ہوتا ہے جیسے کہ ایک مسلمان اپنے نیک عمل سے صرف دنیا کا ارادہ کرے، اور اس کی دلیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے جو ایک حدیث قدسی کے اندر موجود ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " قَالَ اللَّهُ تبَارَكَ وَتَعَالَى: أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ."

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے، میں شریکوں کی شراکت اور حصہ داروں سے بالکل بے نیاز ہوں، جس نے کوئی کام کیا، جس میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کیا، میں اس کو اس کے شریک کے ساتھ چھوڑ دوں گا۔"(صحیح مسلم:2985)۔

***فائدہ:**

شرک بہت ہی باریک گناہ ہے اس سے کوئی مامون نہیں ہے؛ اسی لیے ابراہیم علیہ السلام اس سے بچنے کی دعا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے:(وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ) ترجمہ: اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے پناہ دے۔[ابراہیم:35]۔

پانچواں مطلب:

کفر

اور اس کی دو قسمیں ہیں:

1 - کفر اکبر :

کفر اکبر کہتے ہیں جب کوئی کسی دینی امر کی تکذیب کرے یا کسی حرام چیز کو حلال سمجھے یا پھر دین کو ماننے سے انکار کرے یا اس سے اعراض کرے یا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت میں سے کسی بھی چیز میں شک کرے۔ اور یہ کفر اکبر اعتقاد کے ذریعے ہوتا ہے اور کبھی قول کے ذریعے بھی ہوتا ہے اور کبھی فعل کے ذریعے اگرچہ قول وفعل میں اعتقاد نہ پایا جائے۔

اور اس کا حکم بھی شرک اکبر کی طرح سے ہے۔

کفر اکبر کی بہت ساری قسمیں ہیں، ان میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے:

1 - کفر انکار و تکذیب :

اس کے اندر ایک مکلف بندہ دین کے اصولوں میں سے کسی اصول کا انکار کرتا ہے یا دین کے احکام میں سے کسی حکم کا انکار کرتا ہے یا کسی ثابت شدہ قطعی خبر کا انکار کرتا ہے۔

2 - کفر شک :

کوئی مسلمان متفق علیہ کسی دینی اصول کے تعلق سے اپنے ایمان میں تردد کا شکار ہو یا کسی خبر یا کسی معلوم اور ثابت شدہ دینی حکم کے تعلق سے پختہ یقین نہ رکھے۔

3 - کفر امتناع و استکبار:

دین اسلام کے اصولوں اور اس کے احکام کی اپنے دل اور زبان سے تصدیق کرے لیکن اعضاء وجوارح سے اس پر عمل کرنے سے انکار کرے تکبر اور گھمنڈ کی بنیاد پر، اسی میں سستی اور کاہلی کی بنیاد پر ترک صلاۃ بھی آئے گا۔

4-کفر شتم واستہزاء:

ایک مسلمان دینی امور میں سے کسی امر کا استہزا و مذاق اڑائے یا اسے برا بھلا کہے ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ) ترجمہ: اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنس بول رہے تھے۔ کہہ دیجئے کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں؟[التوبہ:65]۔

5 -کفر بغض :

دین اسلام کو ناپسند کرے یا یہ کہ کسی دینی امر سے نفرت کرے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ) ترجمہ: یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی نازل کردہ چیز سے ناخوش ہوئے، پس اللہ تعالیٰ نے (بھی) ان کے اعمال ضائع کر دیئے[محمد:9]۔

6 -کفر اعراض :

اور اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم:اعراض مکفر :

آدمی اللہ کے دین کو ترک کر دے اور اپنی زبان دل اور اعضاء وجوارح سے اس سے بے نیاز ہو جائے یا یہ کہ گرچہ دل سے تصدیق کرے اور زبان سے اس کی گواہی دے مگر اعضاء وجوارح سے عمل کرنا چھوڑ دے۔

اس قسم کی دو صورتیں ہیں :

پہلی صورت :

اللہ کے اوامر و احکام کو سننے سے اعراض کرنا جیسے کہ کافروں کا حال ہے کہ جو اپنے محرف ادیان پر قائم ہیں۔

دوسری صورت :

ارکان ایمان کو دل سے اقرار کرنے اور زبان سے ایمان کی گواہی دینے کے بعد بھی اسلام کے تمام احکام اور ان کے فرائض کو بجالانے سے اعراض کرنا؛ چنانچہ اگر کوئی اسلام لانے کے بعد بھی پورے طور پر اس کے احکام کو بجا نہیں لاتا ہے اس طور پر کہ وہ نہ ہی نماز پڑھتا ہے اور نہ ہی روزہ رکھتا ہے، نہ ہی زکوۃ دیتا ہے اور نہ ہی حج کرتا ہے، اور ان کے علاوہ بھی وہ دین کا کوئی کام نہیں کرتا ہے تو یہ کافر ہوگا کفر اکبر کا مرتکب ہوگا، یا یہ کہ کوئی اسلام کے بعض ایسے احکام سے اعراض کرے جسکی بنیاد پر وہ مسلمان رہے جیسے کہ نماز سے اعراض کرے ارشاد باری تعالی ہے:(قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ)ترجمہ: کہہ دیجئے! کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو، اگر یہ منھ پھیر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا[آل عمران:32]۔

دوسری قسم:اعراض غیر مکفر:

وہ یہ ہے کہ کوئی مسلمان نماز کے علاوہ بعض شرعی واجبات کو ترک کر دے اور بعض کو ادا کرے جیسے کہ زکوۃ نکالنا ترک کر دے یا رمضان کے روزے نہ رکھے۔

7 -کفر نفاق :

کفر نفاق کہتے ہیں کہ ایمان کو ظاہر کیا جائے اور کفر کو اندر چھپایا جائے۔

اس کی دو قسمیں ہیں:

الف:کفر اکبر اعتقادی :

یہ کہ آدمی ایمان کو ظاہر کرے جب کہ کفر کو دل میں چھپائے رکھے۔

ایسے منافقوں کا انجام تمام کافروں سے بدتر ہوگا اللہ تعالی نے فرمایا:(إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا) ترجمہ: منافق تو یقیناً جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جائیں گے، ناممکن ہے کہ تو ان کا کوئی مدد گار پالے[النساء:145]۔

ب: نفاق اصغر :

یہ کہ آدمی کسی شرعی امر کا اظہار کرے اور اس کے برعکس غیر شرعی حرام چیزوں کو دل میں چھپائے رکھے۔

دوسری قسم: کفر اصغر:

ہر وہ گناہ جس پر کتاب و سنت کے اندر کفر کا اطلاق کیا گیا ہو لیکن وہ کفر اکبر کی حد تک نہ پہنچا ہو جیسے کہ ایک مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی سے قتال کرنا چنانچہ صحیحین کے اندر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے مرفوعا یہ حدیث آئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(مسلمان کو گالی دینا فسق و فجور ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے)۔

اسی طرح دوسروں کے حسب نسب پر طعن و تشنیع کرنا جیسا کہ صحیح مسلم کے اندر سیدنا ابومالک اشعری رضی اللہ تعالی عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(أَرْبَعٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، لَا يَتْرُكُونَهُنَّ: الْفَخْرُ فِي الْأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالْاسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ، وَالنِّيَاحَةُ)ترجمہ: میری امت میں چار عادتیں جاہلیت کاموں میں سے ہیں جن کو وہ ترک نہیں کریں گے حسب و نسب پر فخر کرنا، دوسروں کے نسب پر طعن کرنا، ستاروں کے سبب بارش مانگنا اور نوحہ کرنا۔ (صحیح مسلم:934)۔

دوسری فصل

عبادت اور اس میں شرک اپنانا

پہلا مطلب:

عبادت کی تعریف:

عبادت ایک ایسا جامع اسم ہے جسکا اطلاق ان تمام ظاہری اور باطنی اعمال و اقوال پر ہوتا ہے جنہیں اللہ پسند کرے اور ان سے راضی ہو۔

اور یہ تعریف عبادت کرنے والے کے اعتبار سے ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ عبادت کہتے ہیں اللہ رب العالمین کے لیے عاجزی و انکساری اختیار کرنے کو ان تمام چیزوں کو انجام دے کر جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے کرنے کا حکم دیا ہے اور ان تمام چیزوں کو ترک کر کے جن سے اللہ اور اس کے رسول نے روکا ہے اللہ رب العالمین کی رضاجوئی اور آخرت میں کامیابی چاہتے ہوئے۔

اور یہ تعریف عبادت کرنے کے اعتبار سے ہے۔

عبادت کے اندر یہ بات شامل ہے کہ اللہ رب العالمین کے لیے غایت درجہ عاجزی وانکساری پائی جائے اور ساتھ میں اس کے لیے غایت درجہ محبت بھی موجود ہو۔

دوسرا مطلب:

عبادت کی دونوں شرطیں:

1 - اخلاص یہ کہ بندہ عبادت کے اندر صرف اللہ رب العالمین کی رضاجوئی چاہے ارشاد باری تعالی ہے نمبر دو اللہ کی شریعت کی موافقت اس طور پر کہ وہ عبادت اللہ کی شریعت کے موافق ہو وقت کے اندر صفت کے اندر جنس کے اندر سبب کے اندر عدد کے اندر مکان اور زبان کے اندر جیسا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (من عمل عملا لیس علیہ أمرنا فھو رد) ترجمہ: جو کوئی ایسا کام کرے جو ہمارے دین سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ متفق علیہ۔

تیسرا مطلب:

عبادت کی قسمیں:

جس عمل کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ وہ عبادت ہے تو اسے غیر اللہ کی طرف پھیرنا شرک اکبر ہوگا، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ قول ہے:(وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا) ترجمہ: اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں پس اللہ تعالی کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو[الجن:18]۔

اور اسی طرح صحیحین کی وہ حدیث جسے سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(من مات وهو يدعو من دون الله ندا دخل النار) ترجمہ: جو مر جائے اس حال میں کہ وہ غیر اللہ کو اللہ کا ساجھی مان کر پکارتا ہو تو وہ دوزخ میں جائے گا۔

اور اس کی کئی قسمیں ہیں :

پہلی قسم: دعا:

دعا کی دو قسمیں ہیں:

1 - دعائے عبادت: اسے مطلق عبادت کرنے کو کہتے ہیں جیسے کہ نماز اور زکوۃ وغیرہ۔

2 - دعائے مسالہ :

یعنی ایسی چیز طلب کرنا جس سے دعا کرنے والے کو فائدہ پہنچے جیسے کہ تکلیف دور کرنے کے لیے پکارنا وغیرہ۔

غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے اور اس کی کئی قسمیں ہیں:

پہلی قسم: شرک اکبر: اور اس کی کئی صورتیں ہیں:

1 - جس چیز کو طلب کیا جارہاہو اس پر اللہ کے سوا کوئی قادر نہ ہو، مثال کے طور پر کسی مخلوق سے کوئی بارش نازل کرنے کو طلب کرے، گناہوں کی معافی طلب کرے وغیرہ وغیرہ، تو یہ شرک اکبر ہے۔

2 - طلب کرنے کا طریقہ غلط ہو اس طور پر کہ کوئی کسی مخلوق سے انتہائی خاکساری انکساری اور عاجزی کے ساتھ کمال محبت کے ساتھ یارغبت اور رہبت کے ساتھ طلب کرے جو کہ صرف اللہ سے ہی جائز ہے تو یہ بھی شرک اکبر ہو گا۔

3 - جس کو پکارا جارہاہے وہ پکارنے والے سے بہت دور ہو اس طور پر کہ وہ اس کی پکار نہ سن سکے تو اس طرح مدد کے لیے پکارنا بھی شرک اکبر ہو گا۔

4 - غیر اللہ کو اس اعتقاد سے پکارا جائے کہ وہ اس سے جو چیز طلب کر رہاہے حقیقی طور پر اس کو دینے پر قادر ہے یا یہ کہ وہ اس چیز کے ایجاد اور خلق میں اللہ کا شریک ہے۔

5 - مرے ہوئے شخص سے کوئی مریض کے لیے شفا طلب کرے یا اس مرے ہوئے شخص سے تکلیف دور کرنے کو طلب کرے وغیرہ وغیرہ تو یہ بھی شرک اکبر ہو گا۔

دوسری قسم: بدعتی دعا:

جیسے کہ کوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ ومقام کے واسطے سے دعا کرے اور اللہ کو پکارے یا کسی دوسرے انسان کے جاہ ومقام کو وسیلہ بنا کر دعا کرے، یا کسی نبی وغیرہ کی ذات کا وسیلہ بنا کر دعا مانگے۔

تیسری قسم: کوئی زندہ انسان مرے ہوئے سے یہ طلب کرے کہ وہ اللہ کے نزدیک اس کے لیے سفارش کر دے تو یہ بھی شرک اکبر ہو گا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایاہے:(وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ[13] إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ) ترجمہ: جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں[13] اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن

بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے، بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے۔ آپ کو کوئی حق تعالیٰ جیسا خبر دار خبریں نہ دے گا[فاطر:14]۔

***ایک فرعی مسئلہ :**

وسیلہ پکڑنا: یعنی دعا کرنے والا اپنی دعا میں کوئی ایسی چیز ذکر کرے جس سے یہ امید ہو کہ اس کی دعا کی قبولیت میں وہ سبب بنے گا۔

وسیلہ پکڑنے کی دو قسمیں ہیں :

پہلی قسم: جائز اور مشروع وسیلہ پکڑنا: اور اس کی کئی صورتیں ہیں:

1 - اللہ کے اسماء اور صفات کا وسیلہ پکڑنا جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا) ترجمہ : اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو۔ (الاعراف :180)۔

2 - دعا قبول کرنے کے لیے اللہ کے کسی وعدے کا ذکر کرکے وسیلہ پکڑنا جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ) ترجمہ: اے ہمارے پالنے والے معبود! ہمیں وہ دے جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی زبانی کیا ہے۔(آل عمران:194)۔

3 - اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر جن نعمتوں کو نچھاور کر کے ان پر احسان کیا ہے انہی کا وسیلہ پکڑ کے اللہ سے دعا کرنا۔

4 - یہ کہ بندہ اپنے اعمال صالحہ کا وسیلہ پکڑے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ) ترجمہ: میرے بندوں کی ایک جماعت

تھی جو برابر یہی کہتی رہی کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لاچکے ہیں تو ہمیں بخش اور ہم پر رحم فرما تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے[المؤمنون:109]۔

5 - بندہ اپنی کمزور حالت کو ذکر کرے اور یہ اظہار کرے کہ وہ اللہ کی رحمت کا محتاج ہے جیسا کہ سیدنا موسی علیہ السلام کی دعا میں پایا جاتا ہے:(رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ) ترجمہ: اے پروردگار! تو جو کچھ بھلائی میری طرف اتارے میں اس کا محتاج ہوں[القصص:24]۔

6 - زندہ بزرگوں کی دعاؤں کا وسیلہ پکڑنا اس امید میں کہ اللہ تعالی ان کی دعا کو قبول کرے گا۔

دوسری قسم: غیر مشروع یعنی ممنوع وسیلہ پکڑنا: اس کی کئی مثالیں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1 - کسی نبی یا کسی بزرگ ولی کی ذات کا یا کعبہ یا اور کسی کا وسیلہ پکڑ کر اللہ سے دعا کرنا۔

2 - کسی نبی یا کسی ولی بزرگ کے حق کا وسیلہ پکڑنا یا کعبہ وغیرہ کا وسیلہ پکڑ کر دعا کرنا یا اسی طرح کسی نبی یا بزرگ ولی کے جاہ و مقام کا یا اس کی برکت یا اس کی حرمت یا اس کی قبر کے حق کا وسیلہ پکڑ کر دعا کرنا۔

3 - شیطانوں کے ناموں کا وسیلہ پکڑنا یا شرکیہ الفاظ وغیرہ کا وسیلہ پکڑنا۔

عبادت کی دوسری قسم: استعانت :

یعنی مدد طلب کرنا ہے، اللہ تعالی نے کہا:(إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ) ترجمہ: ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں[الفاتحہ:5]۔

عبادت کی تیسری قسم: استغاثہ :

تکلیف کو دور کرنے کے لیے کسی کو مدد کے لیے پکارنا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ) ترجمہ: جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے تو اس نے تمھاری دعا قبول کرلی۔(الانفال:9)۔

عبادت کی چوتھی قسم: استعاذہ یعنی پناہ طلب کرنا :

یعنی کسی شر سے بچنے کے لیے کسی کی پناہ میں آنا، اس کی حقیقت یہ ہے کہ کسی خوفزدہ چیز سے بھاگ کر کسی کے پناہ میں آئے جہاں اسے حفاظت مل سکے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایاہے:(وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ)ترجمہ:اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے[الاعراف:200]۔

سو معلوم ہونا چاہیے کہ استعانت، استغاثہ اور استعاذہ یہ سب عبادات ہیں، ان کا حکم وہی ہے جو کہ دعا کا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

عبادت کی پانچویں قسم:محبت :

یہ بھی ایک عبادت ہے جو صرف اللہ کے لیے ہونا چاہیے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایاہے:(وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ)ترجمہ:اور وہ لوگ جو ایمان لائے، اللہ سے محبت میں کہیں زیادہ ہیں۔(البقرہ:165)۔

اور ایمان قول و عمل اور تصدیق کا نام ہے، اصل ایمان تصدیق کرنا ہے، اور اعمال میں اصل محبت ہے۔

محبت کی کئی قسمیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

1 - اللہ کی محبت :

یہ ایک عظیم عبادت ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ)ترجمہ:اور وہ لوگ جو ایمان لائے، اللہ سے محبت میں کہیں زیادہ ہیں۔(البقرہ:165)۔

2 - وہ محبت جو اللہ کی خاطر ہو اور اللہ کے حق میں ہو، اور یہ ان تمام چیزوں کو شامل ہے جن سے اللہ محبت کرتا ہے خواہ وہ اشخاص ہوں یا اعمال، وہ اعیان ہوں یا زمان و مکان جیسے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:(يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ)ترجمہ:وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کرکے ان کی طرف آئیں۔(الحشر:9)۔

3 - وہ محبت جو کہ شرک اکبر ہوتی ہے، اور یہ ایسی محبت ہوتی ہے جو محبوب کی عبادت کا تقاضا کرتی ہے اور اس کے ساتھ خاکساری اور عاجزی کا اظہار ہوتا ہے اسی طرح جیسے اللہ کے ساتھ کیا جاتا ہے، یا اس محبت میں اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو برابر ٹھہرایا جاتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ) ترجمہ: اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو غیر اللہ میں سے کچھ شریک بنا لیتے ہیں، وہ ان سے اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں۔ (البقرہ:165)۔

4 - وہ محبت جو شرک اصغر ہوتی ہے، اس کی کئی قسمیں ہیں:

- انہی میں سے ایک یہ ہے کہ دل اپنے محبوب سے لٹک جائے رضامندی اور ناراضگی ہر اعتبار سے، یعنی غیر اللہ سے حد درجہ کوئی محبت کرنے لگے، اسی کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دینار و درہم کا بندہ اور چادر کا بندہ کہا ہے، اور ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ کے رسول نے فرمایا ہے کہ (جب اسے کچھ دے دیا جاتا ہے تو وہ خوش رہتا ہے اور جب منع کر دیا جاتا ہے تو ناراض ہو جاتا ہے) اس حدیث کو امام بخاری نے نقل کیا ہے اور یہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے۔

- انہی میں سے ایک محبت کے اندر غلو کرنا ہے جیسے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت یا مومنوں کی محبت میں غلو کرنا جیسا کہ صحیح بخاری میں آیا ہے جسے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میرے بارے میں غلو نہ کرنا جس طرح کہ نصاری نے ابن مریم یعنی عیسی علیہ السلام کے بارے میں غلو کیا ہے، میں اللہ کا بندہ ہوں، سو مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

- انہی میں سے ایک یہ ہے کہ طبعی محبت میں غلو کیا جائے جیسے کہ عشق وغیرہ۔

5 - جائز محبت :

اور یہ طبعی محبت ہے، جیسے کہ کوئی کسی کھانے سے محبت کرتا ہے، کوئی اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے وغیرہ وغیرہ، ارشاد باری تعالی ہے:(قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ)ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں، تو تم انتظار کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لے آئے۔ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا[التوبہ:24]۔

***فائدہ :**

اللہ عزوجل کی طرف دلوں کے محرکات تین ہیں: محبت، خوف اور امید، اور ان میں سب سے زیادہ قوی محبت ہے۔

عبادت کی چھٹی قسم:خوف :

اور یہ عظیم واجبی قلبی اعمال میں سے ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ)ترجمہ:اور صرف مجھی سے پس ڈرو۔[البقرہ:40]۔

اور اس کی کئی قسمیں جو درج ذیل ہیں :

1 - واجبی خوف :

اس سے مراد اللہ سے دل کا وہ خوف ہے جو بندے کو واجبی اعمال کے کرنے اور حرام چیزوں کے ترک کرنے پر ابھارتا ہے ارشاد باری تعالی ہے:(فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ)ترجمہ: تم ان کافروں سے نہ ڈرو اور میرا خوف رکھو، اگر تم مومن ہو[آل عمران:175]۔

2 - مستحب خوف :

اس سے مراد اللہ سے دل کا وہ خوف ہے جو بندے کو مستحب اعمال کے کرنے اور مکروہ اعمال کے ترک کرنے پر ابھارتا ہے۔

3 - شرکیہ خوف جو بندے کو شرک اکبر تک پہنچانے والا ہو :

یہ کہ بندہ غیر اللہ سے اس طور پر خوف کھائے کہ اللہ کی مشیت اور ارادے کے بغیر اسے غیر اللہ کی طرف سے تکلیف پہنچ سکتی ہے تو یہ شرک اکبر ہے ارشاد باری تعالی ہے:(وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ)ترجمہ:یہ لوگ آپ کو اللہ کے سوا اوروں سے ڈرا رہے ہیں۔(الزمر:36)۔

اسی طرح شرک اکبر میں سے یہ بھی ہے کہ بندہ غیر اللہ کو اس خوف میں برابر ٹھہرائے جو اللہ کے لیے خاص ہے جیسے کہ کوئی کسی سے اس طور پر خوف کھائے کہ وہ اسے دوزخ میں ڈال دے گا۔

4 - شرک اصغر:

اس طور پر کہ وہ غیر اللہ سے خوف کی بنیاد پر کسی واجب کو ترک کر دے یا یہ کہ کسی حرام کام کا ارتکاب کر بیٹھے ارشاد باری تعالی ہے:(وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ)ترجمہ:اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو زبانی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں لیکن جب اللہ کی راہ میں کوئی مشکل آن پڑتی ہے تو لوگوں کی ایذا دہی کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح بنا لیتے ہیں۔(العنكبوت:10)۔

5 - خوف بدعی :

وہ خوف جو مسلمان کو اللہ کی رحمت سے ناامید اور مایوس کر دے۔

6 - فطری خوف:

وہ خوف جو کسی سبب سے پیدا ہوا ہو جو فطری طور پر انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ تکلیف محسوس کرتا ہے جیسے کہ انسان کا درندوں اور آگ وغیرہ سے خوف کھانا، اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:(فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ)ترجمہ: پس میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔[الشعراء:14]۔

7 -وہ خوف جو عام طور پر خوف کا سبب نہ ہو، اور اسے بزدلی کہتے ہیں۔

عبادت کی ساتویں قسم:خشیت :

ارشاد باری تعالی ہے:(فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي) ترجمہ : سو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ (البقرہ:150)۔

یہ خوف کے مقابلے زیادہ خاص ہے، خشیت سے مراد ایسا خوف ہے جس میں معرفت الہی بھی شامل ہو، اللہ تعالی نے فرمایا:(إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ)ترجمہ: اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں[فاطر:28]۔

عبادت کی آٹھویں قسم:رہبت :

اس سے وہ خوف مراد ہے جس کے اندر گھبراہٹ پائی جاتی ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:(وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ)ترجمہ: اور مجھ ہی سے ڈرو[البقرہ:40]۔

اسی طرح صحیحین کے اندر آیا ہے:

عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" يَا فُلَانُ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ، فَقُلْ: اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ، فَإِنَّكَ إِنْ مُتَّ فِي لَيْلَتِكَ مُتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَإِنْ أَصْبَحْتَ أَصَبْتَ أَجْرًا."

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے فلان! جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو یہ دعا کرو" اللهم أسلمت نفسي إليك، ووجهت وجهي إليك وفوضت أمري إليك، وألجأت ظهري إليك، رغبة ورهبة إليك، لا ملجأ ولا منجا منك إلا إليك، آمنت بكتابك الذي أنزلت، وبنبيك الذي أرسلت" "اے اللہ! میں نے اپنی جان تیرے سپرد کر دی اور اپنا رخ تیری طرف موڑ دیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا اور تیری پناہ لی، تیری طرف رغبت کی وجہ سے اور تجھ سے ڈر کر۔ تیرے سوا کوئی پناہ اور نجات کی جگہ نہیں، میں تیری کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور تیرے نبی پر ایمان لایا جو تو نے بھیجے۔ پس اگر تم آج رات مر گئے تو فطرت پر مروگے اور صبح کو زندہ اٹھے تو ثواب ملے گا۔" (صحیح بخاری:7488)۔

عبادت کی نویں قسم: رجاء یعنی امید :

اس سے مراد انسان کی وہ حرص وطمع ہے جس کے بارے میں اسے امید ہو کہ حاصل ہو جائے گا، اور بسا اوقات اس چیز کا حصول بہت بعید ہوتا ہے لیکن اسے قریب کے مقام میں اتار دیا جاتا ہے۔

عبادت کی دسویں قسم: رغبت :

یعنی کسی چیز تک پہنچنے کے لیے حرص وطمع کرنا۔

عبادت کی گیارہویں قسم: توبہ :

توبہ کہتے ہیں اللہ کی معصیت اور اس کی نافرمانی سے اس کی اطاعت اور اس کی فرمانبرداری کی طرف رجوع کرنا۔

خشیت، رغبت، رہبت اور رجا کا حکم وہی ہے جو خوف کا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

عبادت کی بارہویں قسم: توکل :

یعنی سچے دل سے اللہ پر اعتماد کرنا کہ وہی مصلحتوں کو پوری کرنے والا اور مفاسد کو ختم کرنے والا ہے، اس کا تعلق دنیا سے ہو یا آخرت سے، اور ساتھ میں اسباب کو اپنایا جائے۔

توکل ایک قلبی عبادت ہے جسے غیر اللہ کی طرف پھیرنا بالکل جائز نہیں ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:(وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ) ترجمہ: اور تم اگر مومن ہو تو تمہیں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے[المائدہ: 23]۔

توکل کی تین قسمیں ہیں:

1 - صرف اللہ پر توکل کرنا، یہ شرعی توکل ہے اور یہ ایک عظیم عبادت ہے۔

2 - غیر اللہ پر توکل کرنا ایسے امور میں جن پر اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں ہو سکتا جیسے کہ مُردوں پر توکل کرنا کہ وہ گناہوں کو معاف کر دیں گے یا یہ کہ مریضوں کو شفا دے دیں گے تو یہ شرک اکبر ہے۔

3 - غیر اللہ پر توکل کرنا جیسے کہ مخلوق پر توکل کرنا ایسی چیزوں میں جس پر مخلوق قادر ہو تو یہ شرک اصغر ہے۔

اور جہاں تک وکالہ یعنی کسی کام کے اندر دوسرے کو نائب بنانے کا تعلق ہے تو یہ توکل میں داخل نہیں ہے۔

عبادت کی تیرہویں قسم: ذبیحہ پیش کرنا:

یہ بھی ایک عظیم عبادت ہے اللہ تعالی نے فرمایا:(قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ) ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے[الانعام:162]۔

اس کی کئی قسمیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

1 - وہ ذبیحہ جس سے عبادت کرنا مقصود ہو یعنی جانوروں کا خون بہا کر اللہ کا تقرب حاصل کرنا مقصد ہو جیسے کہ قربانی اور عقیقے وغیرہ کے نام پر ذبیحہ کرنا۔

2 - غیر شرعی ذبیحہ جو کہ بدعتی ہو، یعنی جانوروں کا خون بہا کر اللہ کا تقرب حاصل کرنا مقصد ہو لیکن اس کے ساتھ کوئی نئی چیز بھی ہو جیسے کہ کسی ایسی چیز کا تقرب حاصل کرنا چاہے جس کا ذکر شریعت میں نہ آیا ہو مثال کے طور پر کوئی مرغا ذبح کرے یا کسی ایسی جگہ جانور ذبح کرے جہاں پر اسے برکت کا عقیدہ ہو جیسے کہ کسی نیک بزرگ کی قبر وغیرہ کے پاس جانور ذبح کرے گرچہ اللہ ہی کے نام پر ہو۔

3 - ذبیحہ کبھی شرک اکبر بھی ہوتا ہے، یعنی غیر اللہ کے لیے اس کا تقرب حاصل کرنے کی خاطر جانور ذبح کرنا جیسے کہ کوئی جنوں کی خاطر یا مُردوں کی خاطر یا زندوں کی خاطر یعنی غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرے۔

4 - کسی کے استقبال میں جانور ذبح کرنا جیسے کہ بادشاہ کی آمد پر یا کسی اور شخص کی آمد پر ذبیحہ کرنا۔

اس کے کئی احوال ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

پہلی حالت: شرک اکبر ہے :

اگر وہ آنے والے کا تقرب حاصل کرتے ہوئے یا اس کی تعظیم کرتے ہوئے ذبح کرتا ہے تو یہ شرک اکبر ہو گا؛ کیونکہ یہ استھانوں پر ذبح کرنے کے مشابہ ہو جائے گا۔

دوسری حالت: بدعت ہے :

اگر وہ اس کے آنے کی وجہ سے جانور ذبح کر کے اللہ کا تقرب حاصل کرتا ہے۔

تیسری حالت: حرام ہے :

اگر وہ صرف گوشت کھانے کا ارادہ رکھتا ہے؛ کیونکہ اس کے اندر اسراف پایا جاتا ہے۔

عبادت کی چودویں قسم: قبروں کی زیارت :

اس کی تین قسمیں ہیں:

1 - مشروع اور جائز ہے :

قبروں کی زیارت کرنا جائز ہے؛ کیونکہ اس سے آخرت کی یاد آتی ہے، مُردوں پر سلام کیا جاتا ہے اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی جاتی ہے۔

2 - بدعت ہے :

اگر زیارت قبر سے تقرب الہی اور عبادت کا قصد کیا جائے یا یہ کہ قبروں سے تبرک حاصل کرنے کا قصد کیا جائے یا یہ کہ ایصال ثواب کی نیت کی جائے یا یہ کہ قبروں کو پختہ بنایا جائے، وہاں پر چراغاں کیا جائے، وہاں مسجد بنائی جائے، سفر کی نیت سے وہاں جایا جائے یا اس طرح کی وہ ساری چیزیں جن کی ممانعت شریعت کے اندر آئی ہے یا یہ کہ وہ ساری چیزیں شریعت میں جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔3- شرکیہ زیارت :

یعنی عبادت کی قسموں میں سے کوئی بھی قسم صاحب قبر کی طرف پھیر اجائے تو یہ واضح شرک ہو گا۔

***ایک فرعی مسئلہ :**

شرک میں واقع ہونے کے اسباب:

1 - بزرگوں کی شخصیت میں غلو سے کام لینا، اور یہی وہ پہلا اور عظیم سبب ہے جس کی وجہ سے بنی آدم شرک اکبر میں مبتلا ہوئی۔

2 - قبروں کو بلند کرنا، ان پر عمارتیں بنوانا، ان پر چراغاں کرنا، انہیں پختہ کرنا، ان پر مسجدیں بنوانا، وہاں پر عبادت کے قصد سے جانا جیسا کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:(لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ، وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ)ترجمہ:یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو!انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔(بخاری ومسلم)۔

3 - ذی روح اشیاء کی تصویر کشیر کرنا؛ کیونکہ اس کے اندر حیوان کی شکل اور اس کی ہیئت کی نقالی کرنا ہے؛ صحیح بخاری کے اندر مروی ہے :

حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ دَارًا بِالْمَدِينَةِ، فَرَأَى أَعْلَاهَا مُصَوِّرًا يُصَوِّرُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:" وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي، فَلْيَخْلُقُوا حَبَّةً وَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً ."

ترجمہ: ابوزرعہ نے، کہا کہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ میں (مروان بن حکم کے گھر میں) گیاتو انہوں نے چھت پر ایک مصور کو دیکھا جو تصویر بنا رہا تھا، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے) اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو میری مخلوق کی طرح پیدا کرنے چلا ہے اگر اسے یہی گھمنڈ ہے تو اسے چاہیئے کہ ایک دانہ پیدا کرے، ایک چیونٹی پیدا کرے۔(صحیح بخاری:5953)۔

اس تصویر کشی کے دو مرتبے ہیں :

پہلا مرتبہ: شرک اصغر: جو کہ مجرد تصویر کشی کرنے سے ہوتا ہے۔

دوسرا مرتبہ: شرک اکبر :

یہ کہ تصویر کشی کرنے والا اپنے اس عمل سے اللہ تعالی کا مقابلہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور اس کی مماثلت اور مشابہت اپنانے کی کوشش کرتا ہو، یا یہ کہ اس طرح کی تصویر کشی سے اس کا مقصد غیر اللہ کی پرستش کرنا ہو۔

چوتھا مطلب: ریاکاری

ریاکاری کسے کہتے ہیں؟

کوئی نیک عمل جو دوسروں کو دکھاوے کے لیے کیا جائے بایں طور کہ لوگوں کے سامنے اس نیک عمل کو زیادہ بہتر بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی جائے یا لوگوں کے سامنے اس نیک عمل کی ادائیگی کے وقت اپنے آپ کو اس طور پر ظاہر کیا جائے کہ لوگ اس کی تعریف کریں یا اس کا یہ مقصد ہو کہ اس عمل کے ذریعے وہ لوگوں کی نگاہوں میں اچھا بن جائے۔

اور یہ ریاکاری کبھی قول کے ذریعے ہوتا ہے کبھی عمل کے ذریعے کبھی ہیئت اور شکل کے ذریعے۔

ریاکاری کی کئی قسمیں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1 - ریاکاری اصل ایمان میں ہوتا ہے: اس طور پر کہ آدمی اسلام کو زبان سے ظاہر کرے لیکن اندر کفر کو چھپائے ہوئے ہو۔ اسی کو نفاق اکبر کہتے ہیں۔

2 - خالص ریاکاری:

اس طور پر کہ اس نیک عمل کے ذریعے کسی دنیاوی غرض کی خاطر لوگوں کو دکھانا مقصد ہو جیسے کہ نماز کے اندر منافقوں کا حال ہوتا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَى يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا) ترجمہ: بے شک منافق اللہ سے چالبازیاں کر رہے ہیں اور وہ انہیں اس چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں، اور یاد الٰہی تو یوں ہی سی برائے نام کرتے ہیں [النساء:142]۔

اس طور پر جس بھی عمل کے اندر اس طرح ریاکاری پائی جائے گی وہ عمل باطل ہو گا؛ اس طرح کی ریاکاری ایک مومن کی طرف سے فرض روزہ اور نمازوں میں مشکل سے پائی جاتی ہے، ہاں دوسرے اعمال میں اس کا ایک امکان پایا جاتا ہے جیسے کہ صدقہ وغیرہ۔ البتہ اگر اسی عمل کے دوران بندے نے اپنی نیت کو ریاکاری سے خالص ثواب کے ارادے کی طرف بدل دیا ہو تو پھر اسے اس عمل میں اجر ملے گا جہاں سے اس نے اخلاص پیدا کیا ہو گا؛ اگر اس عمل کا آخر اس کے آغاز پر مبنی نہیں ہو گا جیسے کہ صدقہ کرنا اور قرآن کی تلاوت کرنا وغیرہ، لیکن اگر اس کا آخر اسکے آغاز پر مبنی ہو گا جیسے کہ نماز تو ایسی صورت میں اس کا اعادہ واجب ہو گا اگر وہ عمل واجبی ہو گا۔

3 - یہ کہ نیک عمل کرنے کا محرک اور سبب ریاکاری ہو تو وہ عمل باطل ہو گا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ."

ترجمہ: سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے، میں شریکوں کی شراکت اور حصہ داروں سے بالکل بے نیاز ہوں، جس نے کوئی کام کیا، جس میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کیا، میں اس کو اس کے شریک کے ساتھ چھوڑ دوں گا۔" (صحیح مسلم: 2985)۔

4 - یہ کہ عمل اصل میں اللہ ہی کے لیے ہو لیکن بعد میں اس کے اندر ریاکاری آ جائے؛ چنانچہ اگر یوں ہی دل میں اس طرح کا خیال پیدا ہو جائے تو ایسی صورت میں اگر اسے فوری طور پر دفع کر دے تو وہ ریاکاری کوئی نقصان دہ نہیں ہو گی، لیکن اگر اسے جان بوجھ کر باقی رکھے تو ایسی صورت میں اگر اس عمل کا آخر اس کے آغاز سے مربوط ہے جیسے کہ نماز اور حج وغیرہ تو پھر ایسی صورت میں وہ عمل باطل ہو جائے گا لیکن اگر وہ عمل مربوط نہیں ہے یعنی اس کا آخر اس کے آغاز پر مبنی نہیں ہے جیسے کہ تلاوت قرآن، ذکر و اذکار، صدقہ و خیرات، علم کی نشر و اشاعت وغیرہ، تو ایسی صورت میں نیت بدلنے سے خیال میں آنے والی ریاکاری ختم ہو جائے گی؛ چنانچہ انسان کو تجدید نیت کی ضرورت ہو گی؛ ایسی صورت میں ریاکاری آنے سے پہلے جو کام ہوا وہ صحیح ہو گا اور تجدید نیت کے بعد بھی جو عمل تکمیل کو پہنچے گا وہ بھی صحیح ہو گا۔

5 - کسی عبادت سے فارغ ہونے کے بعد اگر ریاکاری خیال میں آتی ہے تو اسے شہرت کہتے ہیں اور یہ حرام ہے، اس سے اجر میں کمی ہوتی ہے، لیکن پورا عمل اس سے ضائع نہیں ہوتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے:

عن حذيفة أن النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قالَ:" مَنْ سَمَّعَ، سَمَّعَ اللَّهُ بِهِ .

ترجمہ: سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (کسی نیک کام کے نتیجہ میں) جو شہرت کا طالب ہو اللہ تعالیٰ اس کی بدنیتی قیامت کے دن سب کو سنادے گا۔ (متفق علیہ)۔

6 - لوگوں کی تعریف اور مدح وستائش سے خوش ہونا :

اس کی دو حالت ہے :

پہلی حالت :

اس کی خوشی اس اعتبار سے ہو کہ یہ اللہ کی طرف سے بشارت ہے اور یہ اس عمل کی قبولیت کی نشانی ہے تو ایسی صورت میں اس پر کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ ایک روایت کے اندر آیا ہے:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ ، قَالَ: قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ؟ قَالَ: تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ". ح

ترجمہ: سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، بتایئے ایک آدمی نیک کام کرتا ہے اور اس پر لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "یہ مومن کے لیے فوری بشارت ہے۔" (صحیح مسلم:2642)۔

دوسری حالت :

اس کی خوشی اس اعتبار سے ہو کہ وہ کچھ حاصل کرنا چاہتا ہو یا اپنے مخالف کی کسی چیز کے زوال کا ارادہ رکھتا ہو تو یہ ایسی ریاکاری ہے جس پر اسے گناہ ملے گا اور اس کا اجر بھی کم ہو گا لیکن اس کا پورا عمل ضائع نہیں ہو گا۔

***ایک فرعی مسئلہ: ریاکاری کا کفارہ:**

ریاکاری کا کفارہ اللہ سبحانہ و تعالی سے خالص توبہ ہے یعنی وہ یہ دعا پڑھے:(اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ نُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا نَعْلَمُهُ، وَنَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا نَعْلَمُ)،جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے:

عن أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيّ قال: خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، فَقَالَ:" أَيُّهَا النَّاسُ، اتَّقُوا هَذَا الشِّرْكَ، فَإِنَّهُ أَخْفَى مِنْ دَبِيبِ النَّمْلِ"، فَقَالَ لَهُ مَنْ شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ: وَكَيْفَ نَتَّقِيهِ، وَهُوَ أَخْفَى مِنْ دَبِيبِ النَّمْلِ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ:" قُولُوا: اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ نُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا نَعْلَمُهُ، وَنَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا نَعْلَمُ ."

ترجمہ: سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا لوگو! اس شرک سے بچو کیونکہ اس کی آہٹ چیونٹی کی آہٹ سے بھی ہلکی ہوتی ہے کسی نے پوچھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس کی آہٹ چیونٹی کی آہٹ سے بھی ہلکی ہوتی ہے تو پھر ہم اس سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم یوں کہتے رہا کرو اے اللہ! ہم اس بات سے آپ کی پناہ میں آتے ہیں کہ کسی چیز کو جان بوجھ کر آپ کے ساتھ شریک ٹھہرائیں اور اس چیز سے معافی مانگتے ہیں جسے ہم جانتے نہیں۔

(مسند احمد:19606)۔

پانچواں مطلب:

انسان کا اپنے عمل کے ذریعے دنیا کا ارادہ کرنا:

اس کی کئی قسمیں ہیں:

1 - انسان اپنے اسلام کے ذریعے دنیا کی خواہش رکھے تو یہ شرک اور نفاق اکبر ہو گا۔

2 - عبادت سے صرف دنیا مقصد ہو جیسے کہ کوئی حج کرے حصول مال کی خاطر، اور اسی طرح کوئی جہاد کرے مال غنیمت کی خاطر، اور اسی طرح کوئی علم شرعی حاصل کرے ڈگری اور نوکری کی خاطر، ان سارے اعمال میں وہ مطلق طور پر اللہ کی رضاجوئی اور اس کی خوشنودی نہ چاہے تو یہ حرام اور گناہ کبیرہ ہو گا اور اسی طرح شرک اصغر ہو گا، اس کا عمل باطل ہو گا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ [15] أُولَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) ترجمہ: جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت پر فریفتہ ہوا چاہتا ہو ہم ایسوں کو ان کے کل اعمال (کا بدلہ) یہی بھرپور پہنچا دیتے ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی [15] ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے یہاں کیا ہو گا وہاں سب اکارت ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے سب برباد ہونے والے ہیں [هود: 16]۔

اور اسی طرح حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ، وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ، وَعَبْدُ الْخَمِيصَةِ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَإِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ تَعِسَ وَانْتَكَسَ، وَإِذَا شِيكَ فَلَا انْتَقَشَ... الحديث.

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اشرفی کا بندہ اور روپے کا بندہ اور کمبل کا بندہ تباہ ہوا، اگر اس کو کچھ دیا جائے تب تو خوش جب نہ دیا جائے تو غصہ ہو جائے، ایسا شخص تباہ سرنگوں ہوا۔ اس کو کانٹا لگے تو اللہ کرے پھر نہ نکلے۔(صحیح بخاری:2887)۔

3 - یہ کہ آدمی عبادت کے ذریعے اللہ کی رضامندی اور دنیا دونوں چاہے؛ جیسے کہ کوئی جیسے کہ کوئی نکلے اللہ کی رضاجوئی اور تجارت دونوں مقصد سے، اور جیسے کہ کوئی جہاد کیلئے نکلے اجر اور دنیا کی خاطر، اور جیسے کہ کوئی روزہ رکھے اجر اور علاج دونوں کی خاطر، تو اس میں اختلاف ہے؛ ایک قول کے مطابق اسکا عمل باطل ہو جائے گا، اور ایک قول کے مطابق وہ عمل باطل نہیں ہو گا، اور ایک قول کے مطابق اگر عبادت کا مقصد غالب ہو گا تو وہ عمل مقبول ہو گا اور اگر دنیا کا مقصد غالب ہو گا تو پھر وہ عمل باطل ہو جائے گا، بہر صورت اسکے اجر میں کمی ہو گی جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے :

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " مَا مِنْ غَازِيَةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَيُصِيبُونَ الْغَنِيمَةَ إِلَّا تَعَجَّلُوا ثُلُثَيْ أَجْرِهِمْ مِنَ الْآخِرَةِ وَيَبْقَى لَهُمُ الثُّلُثُ، وَإِنْ لَمْ يُصِيبُوا غَنِيمَةً تَمَّ لَهُمْ أَجْرُهُمْ."

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو جماعت اللہ کی راہ میں جہاد کرتی ہے اور انہیں غنیمت حاصل ہو جاتی ہے، تو انہیں آخرت کے اجر سے دو تہائی اجر مل جاتا ہے اور ان کا ایک تہائی حصہ رہ جاتا ہے اور اگر انہیں غنیمت نہیں ملتی تو ان کا پورا اجر باقی رہتا ہے۔" (صحیح مسلم:1906)۔

اور اگر دونوں مقاصد برابر ہوں تو پھر راجح ممانعت ہے حرمت اور جواز دونوں طرح کی دلیلوں کے اکٹھا ہونے کی وجہ سے۔

4 - یہ کہ عبادت کا آغاز ہو تو شروع میں دنیا کا ارادہ رکھے پھر درمیان میں اجر و ثواب کا ارادہ ظاہر ہو جائے، سو ایسی صورت میں اگر اس عبادت کا آخر آغاز سے مربوط ہو یعنی اس کا آخر آغاز پر مبنی ہو جیسے کہ نماز تو پھر وہ صحیح نہیں ہو گا، لیکن اگر ایسا نہ ہو تو اس نے اللہ کی جو رضا جوئی چاہی ہے وہ صحیح ہو گا۔

5 - یہ کہ اصل مقصد اجر و ثواب کا حصول ہو البتہ دنیاوی مقصد اس کے تابع ہو تو یہ جائز ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا[10]يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا[11] وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا)ترجمہ:اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ(اور معافی مانگو)وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے[10]وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا[11]اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا[نوح:12]۔

اور اسی طرح ایک حدیث کے اندر آیا ہے :

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ .

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج اور عمرہ ایک کے بعد دوسرے کو ادا کرو اس لیے کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح مٹا دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے کے میل کو مٹا دیتی ہے۔(سنن ترمذی:810)۔

6 - یہ کہ عبادت کو پورے اخلاص کے ساتھ کرے پھر اس کے بعد اس کے ذریعے دنیاوی مقصد کا حصول بھی ہو جیسے کہ ان تین لوگوں کا واقعہ جنکے اوپر غار کا منہ بند ہو گیا تھا تو انہوں نے اپنے خالص اعمال کے ذریعے اللہ سے دعا کی کہ انہیں اس مصیبت سے اللہ بچالے، سو یہ جائز ہے، البتہ اجر اسی عمل میں ملے گا جس کے اندر اخلاص پایا جائے۔

تیسری فصل

ایمان اور اس کے ارکان

پہلا مطلب:

ایمان کی تعریف:

ایمان کہتے ہیں کہ دل میں اعتقاد رکھنا، زبان سے اقرار کرنا اور دل و اعضاو جوارح سے عمل کرنا جو کہ نیکی سے بڑھتا اور گناہ سے گھٹتا ہے۔

ایمان کے اندر ان ساری چیزوں کے داخل ہونے پر دلیل سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ وہ حدیث ہے جس کے اندر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (ایمان کہتے ہیں کہ اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا جائے) الحدیث۔ (صحیح بخاری)۔

اسی طرح درج ذیل یہ حدیث ہے :

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " الإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ، بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإِيمَانِ."

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایمان کے ستّر سے اوپر یا ساٹھ سے زائد شعبے ہیں، سب سے اعلیٰ اور افضل شاخ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ کا اقرار اور اس کا نچلا درجہ کسی اذیت اور تکلیف دینے والی چیز کا راستہ سے ہٹانا ہے اور حیاء ایمان کی ایک اہم شاخ ہے۔" (صحیح مسلم: 35)۔

اور اس بات کی دلیل کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے اللہ تعالی کا یہ قول ہے:(هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ) ترجمہ: وہی ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں سکون (اور اطمینان) ڈال دیا تاکہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی ساتھ اور بھی ایمان میں بڑھ جائیں۔ (الفتح:4)۔

اسی طرح عورتوں کے تعلق سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے:(مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ) ترجمہ: باوجود عقل اور دین میں ناقص ہونے کے میں نے تم سے زیادہ کسی کو بھی ایک عقلمند اور تجربہ کار آدمی کو دیوانہ بنا دینے والا نہیں دیکھا۔ (صحیح بخاری: 304)۔

اہل السنہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ایمان کے کئی شعبے ہیں اور اس کے کئی اجزاء ہیں، اور یہ کہ جنس عمل ایمان کے اندر رکن ہے نہ کہ پورے عمل کے اندر، اور یہ کہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب اپنے ایمان کی بنیاد پر مومن ہے اور کبیرہ گناہوں کی بنیاد پر فاسق ہے۔

اور اس مسئلے میں دو جماعتیں گمراہ ہو گئیں:

1 - وعیدیہ: جنہوں نے عمل کو ایمان کے اندر رکن بنا دیا؛ چنانچہ انکے یہاں عمل پایا گیا تو ایمان پایا جائے گا اور عمل نہیں پایا گیا تو ایمان نہیں پایا جائے گا۔

2 - مرجئہ: اس مسئلے میں ان کے کئی گروہ ہیں، ان میں سے مشہور گروہوں کا نام درج ذیل ہے:

الف: مرجئہ جہمیہ اور ان کی موافقت کرنے والے :

ان کے یہاں ایمان صرف اللہ کی معرفت کو کہتے ہیں۔

ب: مرجئۃ الفقہاء :

ان کے یہاں ایمان زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کو کہتے ہیں، اس طرح یہ لوگ اہل السنہ والجماعہ کے موافق ہیں اس بات میں کہ گنہگار ذم اور وعید کے تحت داخل ہیں۔

مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ اہل کبائر میں سے کچھ لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے لیکن وہاں ہمیشہ نہیں رہیں گے۔

ج: جمہور اشاعرہ :

ان کے یہاں ایمان صرف دل سے تصدیق کرنے کو کہتے ہیں۔

د: کرامیہ :

ان کے یہاں ایمان صرف زبان سے اقرار کرنے کو کہتے ہیں۔

ھ: ماتریدیہ :

ان کے یہاں ایمان دل سے تصدیق کرنے کو کہتے ہیں، اور جہاں تک زبان سے اقرار کرنے کا تعلق ہے تو اسکے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ایمان کے اندر ایک زائد رکن ہے اصلی نہیں ہے اس طور پر کہ یہ حالت اضطرار میں ساقط ہو جاتا ہے۔

*** ایمان کے گھٹنے بڑھنے میں اہل السنہ والجماعہ کی مخالفت دو فرقوں نے کی ہے:**

1 - مرجئہ: جو یہ صاف صاف کہتے ہیں کہ ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں ہے۔

2 - وعیدیہ جو کہ خوارج اور معتزلہ کی ایک جماعت ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان بڑھتا تو ہے مگر گھٹتا نہیں۔

دوسرا مطلب:

اسلام اور ایمان کے درمیان کیا تعلق ہے؟

کتاب اللہ یا سنت رسول کے اندر کہیں بھی اگر ایک سیاق میں اسلام اور ایمان دونوں الفاظ اکٹھا ہو جائیں تو اس وقت دونوں میں سے ہر ایک کا الگ الگ معنی ہوتا ہے؛ اس وقت اسلام ظاہری اعمال کو کہتے ہیں اور ایمان باطنی اعمال کو، لیکن جب ان میں سے ہر ایک الگ الگ سیاق میں آتے ہیں تو پھر ہر ایک پورے دین کو شامل ہوتا ہے۔

تیسرا مطلب:

ارکان ایمان:

پہلا رکن: ایمان باللہ :

ایمان باللہ کسے کہتے ہیں؟

اس کے اندر چار امور شامل ہیں:

پہلا: اللہ کے وجود پر ایمان لانا، اور یہ سب سے پہلے ضروری ہے اور یہ ایمان لانے میں سب سے بڑا حق ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ)ترجمہ: یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور بیشک اللہ ہی بلندی والا کبریائی والا ہے[الحج:62]۔

وجود باری تعالی پر درج ذیل امور دلالت کرتے ہیں :

1 - فطرت سلیمہ :

ہر مخلوق کو خالق نے فطرت ایمان پر پیدا کیا ہے، کوئی بھی مخلوق سوچنے اور فکر کرنے اور سیکھنے سے پہلے خالق کائنات کو ہی مانے گا، اللہ تعالی نے فرمایا:(فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ) ترجمہ: پس آپ یک سو ہو کر اپنا منھ دین کی طرف متوجہ کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کے بنائے کو بدلنا نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے[الروم:30]۔

اسی طرح ایک حدیث کے اندر جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ)ترجمہ

: ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔(صحیح بخاری :1359)۔

2 - عقل صریح :

چنانچہ وہ عقل انسانی جو شبہات اور شہوات سے پاک ہوتی ہے اسے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ ان ساری مخلوقات کا ضرور کوئی خالق ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ) ترجمہ: کیا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے والے) کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟[الطور: 35]۔

3 - شعور انسانی یعنی مشاہدے میں آنے والی محسوس اشیاء :

پکارنے والوں کی پکار سننا اور مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرنا یہ سب ایسی دلیلیں ہیں جو مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرنے والے کی ذات کے وجود پر شاہد ہے، اور یہ شہادت یقینی ہے، اللہ تعالی نے اپنے نبی نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے:(فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ[10] فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ[11]وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ[12] وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ[13] تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِمَنْ كَانَ كُفِرَ)ترجمہ: پس اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں بے بس ہوں تو میری مدد کر [10] پس ہم نے آسمان کے دروازوں کو زور کے مینہ سے کھول دیا [11] اور زمین سے چشموں کو جاری کر دیا پس اس کام کے لیے جو مقدر کیا گیا تھا (دونوں) پانی جمع ہو گئے [12] اور ہم نے اسے تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر سوار کر لیا [13] جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی۔ بدلہ اس کی طرف سے جس کا کفر کیا گیا تھا [القمر:14]۔

4 - ثابت شدہ صحیح شریعت :

قرآن عظیم کے اندر جو کچھ متحقق غیبی اخبار، صحیح عقائد اور عدل پر مبنی شرعی احکام نیز دیگر اخلاق و آداب پائے جاتے ہیں وہ سب اس بات پر دلیل ہیں کہ یہ سب اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے ارشاد باری تعالی ہے:(أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا)ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے[النساء:82]۔

دوسرا: اللہ کی ربوبیت پر ایمان لانا :

یعنی یہ پختہ یقین اور عقیدہ رکھنا کہ اللہ سبحانہ و تعالی ہی اس کائنات کا پروردگار، خالق، مالک اور حاکم ہے؛ ارشاد باری تعالی ہے:(أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ)ترجمہ: سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے۔(الاعراف:54)۔

یہاں رب کا معنی سردار، مالک اور پوری کائنات میں تصرف کرنے والا ہے، وہ ذات جو اپنی نعمتوں سے پورے عالم کی پرورش کر رہا ہے۔

*ربوبیت کی بنیاد تین چیزوں پہ ہے:

1 - تخلیق: چنانچہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے، اس کے سوا ہر چیز مخلوق ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:(اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ)ترجمہ: اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے [الزمر:62]۔

2 - ملکیت اور بادشاہت :

اللہ ہی ہر چیز کا مالک اور بادشاہ ہے، اس کے علاوہ ساری چیزیں اس کی ملکیت اور بادشاہت ہیں، اللہ تعالی نے فرمایا:(أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ[البقرہ:107]۔ ترجمہ: کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ کیلئے ہے، اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں۔

3 - حکم اور فیصلہ:

چنانچہ ہر طرح کا حکم اور فیصلہ اللہ کے لیے ہے، اس کے علاوہ تمام چیزیں مامور ہیں، ارشاد باری تعالی ہے:(قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ) ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ کام کل کا کل اللہ کے اختیار میں ہے۔(ال عمران:154)۔

اور اس حکم اور فیصلے کی دو قسمیں ہیں:

الف: امر کونی: جو لا محالہ نافذ ہوتا ہے، اور یہ مشیت الہی کے مترادف ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:(إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ) ترجمہ: وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرمادینا (کافی ہے) کہ ہو جا، وہ اسی وقت ہو جاتی ہے[یس:82]۔

ب: امر شرعی: یہ محل اختیار ہے جو کہ محبت کے مترادف ہے؛ یہ کبھی واقع ہوتا ہے اور کبھی نہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایاہے:(لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ[28] وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ) ترجمہ: اس کے لئے جو تم میں سے سیدھی راہ پر چلنا چاہے[28] اور تم بغیر پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے[التکویر:29]۔

اور اللہ تعالی کی ربوبیت کے بقیہ صفات جیسے کہ روزی دینا، مارنا اور جلانا وغیرہ تو یہ سب انہی مذکورہ تینوں امور کی طرف لوٹتے ہیں۔

اور اللہ سبحانہ وتعالی کی ربوبیت پر ایمان لانا یہ فطری طور پر لوگوں کے اندر پایا جاتا ہے، البتہ اس باب میں جزئی طور پر بہت سارے گروہوں اور قوموں کی طرف سے ضلالت اور گمراہی پائی گئی ہے اس طور پر کہ انہوں نے ربوبیت میں بھی شرک کیا ہے جیسے کہ وہ نصاری جو تثلیث کے قائل ہیں، اور وہ بعض مشرکین عرب جو اپنے معبودوں کے تئیں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ بھی کچھ نہ کچھ نفع ونقصان اور کائنات میں تصرف کا حق رکھتے ہیں۔

تیسرا: توحید الوہیت پر ایمان لانا:

یعنی اس بات کا پختہ یقین اور عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالی ہی تنہا برحق معبود ہے، صرف وہی عبادت کا مستحق ہے، سو عبادت میں اسی کو تنہا ماننا واجب ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ) ترجمہ: میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں [الذاریات: 56]۔

مزید اللہ تعالی نے فرمایا:(وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ) ترجمہ: تم سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو[الانبیاء:25]۔

اسی توحید الوہیت ہی کی خاطر انبیاء اور ان کی قوموں کے درمیان تنازعہ کھڑا ہوا، سو یہی دین اسلام کی حقیقت ہے۔

چوتھا: اللہ کے اسماء اور صفات پر ایمان لانا:

یعنی ان تمام اسماء اور صفات پر ایمان لانا جو شرعی نصوص کے اندر ثابت ہیں اور ان تمام چیزوں کی نفی کرنا جنکی نفی اللہ تعالی نے خود اپنی طرف سے کی ہے یا اس کے رسول نے اس کی طرف سے کی ہے۔

*** اللہ کے اسماء وصفات میں اہل السنہ کا طریقہ اور منہج:**

1 - اثبات میں اہل السنہ کا منہج :

ان تمام اسماء اور صفات کو ثابت کرنا جنہیں اللہ نے اپنے لیے اپنی کتاب میں یا اپنے رسول کی زبانی ثابت کیا ہے بغیر کسی تحریف وتعطیل اور بغیر کسی تکییف وتمثیل کے۔

2 - نفی میں اہل السنہ کا طریقہ :

ان تمام معیوب صفات کی نفی کرنا جن کی نفی اللہ تعالی نے اپنی طرف سے اپنی کتاب میں یا اپنے رسول کی زبانی کی ہے، اور ساتھ ہی یہ اعتقاد رکھنا کہ ان منفی صفات کے برعکس اللہ تعالی کے پاس تمام صفات کمال موجود ہے۔

3 - ایسے امور جن کی نہ تو نفی کی گئی ہے اور نہ ہی اسے ثابت کیا گیا ہے اور جس کے تعلق سے لوگوں کا اختلاف ہے ایسے امور میں اہل السنہ کا منہج اور طریقہ:

جیسے کہ جسم، جہت اور مکان وغیرہ، تو ایسی صورت میں ان الفاظ کے تئیں توقف اختیار کیا جائے گا اور ان کے معنی کے بارے میں تفصیل طلب کیا جائے گا؛ اگر ان الفاظ کے ذریعے باطل معنی مراد لیا گیا ہوگا تو اس سے اللہ تعالی کو پاک کیا جائے گا اور اس لفظ کو رد کر دیا جائے گا، اور اگر اس کے ذریعے برحق معنی مراد لیا گیا ہوگا جو اللہ تعالی کے تئیں مناسب ہو تو ایسی صورت میں اسے قبول کیا جائے گا نیز اسے کسی شرعی لفظ کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔

اور یہ معلوم رہے کہ صفات باری تعالی کی دو قسمیں ہیں:

1 -صفات ذاتیہ :

وہ صفات مراد ہیں جن سے اللہ تعالی ازل سے ابد تک متصف ہے جیسے کہ علم اور قدرت وغیرہ۔

2 -صفات فعلیہ :

اس سے وہ صفات مراد ہیں جن کا تعلق اللہ کی مشیت سے ہے یعنی اگر اللہ چاہتا ہے تو انہیں کرتا ہے اور اگر چاہتا ہے تو نہیں کرتا ہے جیسے کہ استواء اور نزول وغیرہ۔

اور کبھی کبھی کوئی صفت ذاتی اور فعلی دونوں ہوتی ہے دو اعتبار سے جیسے کہ کلام کرنا۔

اور صفات خبریہ سے مراد وہ صفات ہیں کہ جو ہمارے نزدیک اللہ تبارک وتعالی کے تئیں بعض یا جزء کی حیثیت رکھتی ہیں جیسے کہ ہاتھ اور چہرہ وغیرہ۔

*** اثبات صفات میں درج ذیل کچھ امور سے اجتناب کرنا ضروری ہے:**

1 - تحریف: یعنی لفظ کو اس کے متبادر معنی سے پھیر دینا بغیر کسی دلیل کے۔

2 - تعطیل: اللہ کے لیے جن اسماء اور صفات کو ماننا ضروری ہے ان کا انکار کر دینا یا ان میں سے بعض کا انکار کرنا۔
تعطیل کی دو قسمیں ہیں:

الف: کلی تعطیل: جیسے کہ جہمیہ کی تعطیل جو کلی طور پر اسماء وصفات کا انکار کرتے ہیں۔

ب: جزئی تعطیل: جیسے کہ اشاعرہ کی تعطیل جو کہ بعض صفات کی تاویل کر کے ان کا انکار کرتے ہیں۔

3 - تکیف: یعنی صفت باری تعالی کی کیفیت بیان کرنا جیسے کہ کوئی کہے: اللہ کے ہاتھ کی کیفیت ایسی ہے ویسی ہے۔

4 - تمثیل: یعنی اللہ تعالی کے اسماء وصفات کی مثال بیان کرنا کسی چیز سے، جیسے کہ کوئی کہے کہ اللہ کا ہاتھ انسان کے ہاتھ جیسا ہے۔

اور کبھی کیفیت کے ساتھ تمثیل شامل ہوتا ہے مثال کے طور پر کوئی اللہ سبحانہ و تعالی کے نزول کے بارے میں کہے کہ اس کی کیفیت بارش کے نزول کی طرح ہوتی ہے، اس طرح وہ تکییف اور تمثیل دونوں کو جمع کر دیتا ہے۔

کتاب و سنت کے اندر اللہ عزوجل کے لیے ثابت شدہ صفات میں سے علو بھی ہے جسے ہم علو باری تعالی کہتے ہیں، اور اس کی دو قسمیں ہیں: علو ذات اور علو صفات۔

علو صفات: اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی صفت کمال پائی جاتی ہے اس میں اللہ تعالی کے لیے سب سے اعلی اور اکمل صورت ہے۔

اور جہاں تک علو ذات کا تعلق ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنی ذات کے اعتبار سے تمام مخلوقات سے بلند وبالا تر ہے۔

اس کی دلیل کتاب اللہ، سنت رسول، اجماع امت اور فطرت سے موجود ہے: ارشاد باری تعالی ہے: (يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ) ترجمہ: وہ اپنے رب سے، جو ان کے اوپر ہے، ڈرتے ہیں اور وہ کرتے ہیں جو انھیں حکم دیا جاتا ہے۔ [النحل: 50]۔

اسی طرح صحیح مسلم کے اندر سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے عرفہ کے دن اپنے آخری خطبے میں فرمایا تھا: (وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ؟، قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَأَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ، فَقَالَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ: اللَّهُمَّ اشْهَدِ اللَّهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ) ترجمہ: اور تم سے (قیامت میں) میرے بارے میں سوال ہوگا تو پھر تم کیا کہو گے؟ ان سب نے عرض کیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور رسالت کا حق ادا کیا اور امت کی خیر خواہی کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگشت شہادت (شہادت کی انگلی) آسمان کی طرف اٹھاتے تھے اور لوگوں کی طرف جھکاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے اللہ! گواہ رہنا، اے اللہ! گواہ رہنا، اے اللہ! گواہ رہنا۔ تین بار (یہی فرمایا اور یونہی اشارہ کیا)۔ (صحیح مسلم: 1218)۔

استوائے عرش کی صفت:

عرش پر اللہ کے مستوی ہونے کا مطلب عرش پر اس کا بلند ہونا اور حقیقی طور پر اس کا استقرار پانا ہے اسی طرح جس طرح اس کی جاہ و جلال کے لائق اور زیبا ہے۔ اور یہ استواء مخلوق کے استواء جیسی نہیں ہے ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ) ترجمہ: بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا ہے، پھر عرش پر مستوی ہوا۔ (الاعراف: 54)۔

اور سنت سے اس کی ایک دلیل ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی وہ حدیث ہے جس کے اندر آیا ہے کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن شفاعت کا ذکر کیا تو اس میں یہ بھی فرمایا کہ (میں جنت کے دروازے

کے پاس آؤں گا تو وہ دروازہ میرے لیے کھولا جائے گا، پھر میں اپنے رب کے پاس آؤں گا، اس وقت وہ اپنی کرسی پر یا اپنے تخت پر ہو گا تو میں اس کے لیے سجدے میں گر جاؤں گا)۔

کلام کی صفت :

اللہ عزوجل ازل سے متکلم ہے، اپنی مشیئت اور ارادے سے کلام کرتا ہے جب وہ چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے، اور اس کا یہ کلام حقیقی ہوتا ہے حرف اور صوت کے ساتھ، وہ جس سے چاہتا ہے اپنی مخلوقات میں اسے اپنا کلام سناتا ہے، اللہ رب العالمین کا کلام حقیقی ہے اسی طرح جس طرح اس کے جاہ وجلال اور اس کی عظمت کے لائق اور زیبا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:(وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا) ترجمہ: اور موسیٰ (علیہ السلام) سے اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر کلام کیا[النساء:164]۔

قرآن:

قرآن اللہ کا حقیقی کلام ہے اپنے حروف اور معنی کے ساتھ، وہ کسی مخلوق کے کلام کے مشابہ نہیں ہے، اللہ کی طرف سے نازل کردہ غیر مخلوق ہے، اللہ تعالی نے ابتدا ہی میں اس کے ذریعے کلام کیا ہے، اور اسے روح الامین جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی کیا ہے جسے وہ لے کر نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر جستہ جستہ کرکے نازل ہوئے ہیں، ارشاد باری تعالی ہے:(وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ) ترجمہ: اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو تو اسے پناہ دے دے یہاں تک کہ وہ کلام اللہ سن لے پھر اسے اپنی جائے امن تک پہنچا دے۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ بے علم ہیں[التوبہ:6]۔

اور جب لوگ اس کی تلاوت کریں یا مصاحف میں اسے لکھیں یا سینوں میں اسے یاد کریں تو بھی یہ اللہ تعالی کے حقیقی کلام سے باہر نہیں نکلتا ہے؛ کیونکہ اس کی نسبت حقیقت میں اسی کی طرف کی جائے گی جس نے ابتدا میں

اسے بولا ہے نہ کہ اس کی طرف جس نے اسے دوسروں تک پہنچایا ہے، پس ایسی صورت میں تلاوت متلو سے الگ، کتابت مکتوب سے الگ اور حفظ محفوظ سے الگ ہے۔

صفت وجہ: یعنی اللہ کے چہرے کی صفت، یہ اللہ کی ذاتی صفت ہے جو کہ کتاب و سنت اور اجماع سلف سے ثابت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:(كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ[26] وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ) ترجمہ: زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں[26] صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے باقی رہ جائے گی[الرحمن:27]۔

صفت یدین: یعنی اللہ تعالی کے دونوں ہاتھوں کی صفت: اللہ تعالی کے دو ہاتھ ہیں اور وہ دونوں حقیقی ہیں اسی طرح جس طرح اللہ تعالی کی جاہ و جلال کے لائق اور زیبا ہیں، وہ دونوں مخلوق کے ہاتھوں جیسے نہیں ہیں، اللہ تعالی نے شیطان رجیم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:(قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ) ترجمہ: فرمایا اے ابلیس! تجھے اسے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا۔ کیا تو کچھ گھمنڈ میں آگیا ہے؟ یا تو بڑے درجے والوں میں سے ہے [ص:75]۔

صفت رویت :

قیامت کے دن مومنین اپنے رب کو اپنی کھلی نگاہوں سے دیکھیں گے دو جگہوں پر:

1 - میدان محشر میں جہاں پر کہ حساب و کتاب ہو گا۔

2 - جنت میں داخل ہونے کے بعد، اللہ تعالی نے فرمایا:(وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ[22] إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ) ترجمہ: اس روز بہت سے چہرے ترو تازہ اور بارونق ہوں گے[22] اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے [القیامۃ:23]۔

اسی طرح نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے کہ (تم لوگ اپنے رب کو دیکھوگے اسی طرح جیسے چودھویں رات میں چاند کو دیکھتے ہو، اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی تکلیف اور پریشانی نہیں ہوگی) متفق علیہ۔

اس شخص کا حکم جو کتاب وسنت سے ثابت شدہ صفات سے کسی صفت کا انکار کرے:

ایسا شخص تین حالتوں میں سے کسی ایک حالت سے خالی نہیں ہوگا:

پہلی حالت: انکار کرنے والا شریعت کے اس نص یعنی دلیل کو جانتا ہو جس کے ذریعے سے وہ صفت ثابت ہے، وہ دلیل کتاب اللہ سے ہو یا سنت سے، اور اس کے پاس ایسے کچھ شبہات بھی نہ ہوں جن کی وجہ سے دلیل کا مفہوم بدل سکتا ہو، بلکہ اس نے اپنی ہٹ دھرمی اور عناد کی بنیاد پر انکار کیا ہو، اس کا مقصد غلط ہو، اس کے دل میں بیماری ہو، حق واضح ہونے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر رہا ہو تو ایسی صورت میں وہ کافر ہوگا۔

دوسری حالت: انکار کرنے والا مجتہد ہو، خیر خواہی اور سچائی میں وہ معروف ہو البتہ اس سے غلطی ہوگئی ہو تاویل کرنے کی بنیاد پر، ممکن ہے وہ اس دلیل سے ناواقف ہو یا وہ مفہوم نہ سمجھ سکا ہو جو دلیل سے متبادر ہوتا ہے، تو ایسا شخص معذور سمجھا جائے گا اور اسکی غلطی معاف ہوگی۔

تیسری حالت: انکار کرنے والا اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والا ہو، طلب حق میں کوتاہ ہو، بلا علم بات کرتا ہو، البتہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کا قصد نہ رکھتا ہو اور نہ ہی پورے طور پر حق اسکے لئے واضح ہوا ہو تو ایسی صورت میں اسکا حکم یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ گنہگار ہوگا اور ممکن ہے فاسق بھی مانا جائے۔

دوسرا رکن: ایمان بالملائکہ :

ملائکہ: یعنی فرشتے، یہ عالم غیب سے تعلق رکھنے والے ہیں، اللہ کی عبادت گزار مخلوق ہے، ربوبیت اور الوہیت کے خصائص میں سے کوئی خصوصیت انکے پاس نہیں ہے، اللہ تعالی نے انہیں نور سے پیدا کیاہے، وہ پورے طور

پر حکم الٰہی کے تابع اور فرمانبردار ہوتے ہیں اور بلا جھجک اسکے حکم کی تنفیذ کرتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے :(وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ[19] يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ) ترجمہ: اور جو اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں[19] وہ دن رات تسبیح بیان کرتے ہیں اور ذرا سی بھی سستی نہیں کرتے [الانبیاء:20]۔

ایمان بالملائکہ درج ذیل چار امور کو شامل ہیں:

1 - ان کے وجود پر ایمان لانا۔

2 - ان میں سے جن کا نام معلوم ہے انکے ناموں کے ساتھ ان پر ایمان لانا جیسے کہ جبریل علیہ السلام، اور جنکا نام معلوم نہیں ہے ان پر اجمالی طور پر ایمان لانا۔

3 - ان میں سے جنکے صفات معلوم ہیں ان پر انکے ان صفات کے ساتھ ایمان لانا۔

4 - ان میں سے جنکے اعمال ہمیں معلوم ہیں ان پر انکے ان اعمال کے ساتھ ایمان لانا جنہیں وہ انجام دیتے ہیں۔

تیسرا رکن: ایمان بالکتب :

اس سے وہ کتابیں مراد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر اتارا اپنی مخلوق پر رحم کرتے ہوئے اور انکی ہدایت اور رہنمائی کی خاطر تاکہ وہ اس کی روشنی میں دنیوی اور اخروی سعادت حاصل کر سکیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے :(لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ) ترجمہ: یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (ترازو) نازل فرمایا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔(الحدید:25)۔

ایمان بالکتب میں درج ذیل چار امور شامل ہیں:

1 - اس بات پر ایمان لانا کہ یہ کتابیں یقینی طور پر اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔

2 - ان میں سے جنکا ہمیں نام معلوم ہو ان پر انکے ناموں کے ساتھ ایمان لانا جیسے کہ قرآن مجید۔

3 - ان کے اندر جو خبریں ہیں انکی تصدیق کرنا۔

4 - ان میں جو غیر منسوخ احکام ہیں ان پر عمل کرنا، ان سے راضی ہونا اور انہیں تسلیم کرنا خواہ ہمیں انکی حکمت کا علم ہو یا نہ ہو، اور یہ کہ قرآن مجید کے ذریعے سابقہ تمام کتابیں منسوخ ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:(وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ)ترجمہ:اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے۔(المائدہ:48)۔

اور یہ ایمان کہ تورات اور انجیل کے اندر تحریف و تبدیل اور کمی بیشی واقع ہو چکی ہے، اور یہ کہ اس وقت یہود و نصاری کے ہاتھوں میں تورات اور انجیل کے جو نسخے موجود ہیں یہ بعینہ وہی کتاب نہیں ہے جو حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت عیسی علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، سو اس وقت تورات اور انجیل کے نام پر جو بھی موجود ہے ان میں ممکن ہے کچھ اپنی اصلی حالت پر باقی ہو تو وہ قرآن کی بنیاد پر منسوخ ہو گا اور اس کے علاوہ محرف مانا جائے گا۔

چوتھا رکن: ایمان بالرسل:

رسول کہتے ہیں اس شخص کو جس کی طرف شریعت کی وحی کی گئی ہو یعنی اس پر نئے سرے سے شریعت اتاری گئی ہو اور اسے اس کی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہو۔ سب سے پہلے رسول نوح علیہ السلام ہیں اور ان میں سب سے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ

مِنْ بَعْدِهِ)ترجمہ: یقیناً ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ نوح (علیہ السلام) اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی۔(النساء:163)۔

اور صحیح بخاری کے اندر آیا ہے جو کہ سیدنا انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حدیث شفاعہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ذکر کیا ہے کہ لوگ سفارش کے لیے سیدنا آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے مگر وہ معذرت کرلیں گے اور کہیں گے کہ نوح (علیہ السلام) کے پاس جاؤ جو کہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالی نے بھیجا ہے، پھر اس کے بعد باقی حدیث کو ذکر کیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ رسول کہتے ہیں اس شخص کو جسے اللہ تعالی نے اس کی قوم کی طرف ایک مستقل شریعت کے ساتھ بھیجا ہو، اور نبی کہتے ہیں اس شخص کو جس کی طرف اللہ تعالی نے سابقہ شریعت کے ساتھ بھیجا ہو تاکہ وہ اس کی تجدید کرے۔

اور یہ ایمان لانا ضروری ہے کہ رسول انسان ہوتے ہیں، ان کے اندر ربوبیت اور الوہیت میں سے کوئی خصوصیت نہیں پائی جاتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالی نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا ہے جو کہ سید الرسل ہیں اور اللہ پاک کے نزدیک آپ کا سب سے بڑا مقام ہے ارشاد باری تعالی ہے:(قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ)ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کرلیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں[الاعراف:188]۔

ہر نبی کو اس کی قوم کی طرف خصوصی طور پر بھیجا گیا سوائے آخری پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ جن کو اللہ تعالی نے تمام جہان والوں کے لیے عمومی پیمانے پر بھیجا ہے۔

اللہ تعالی نے تمام رسولوں کو بھیجا ہے جنت کی خوشخبری سنانے کے لیے اور دوزخ کے عذاب سے ڈرانے کے لیے تاکہ لوگ اللہ کی بندگی اور عبادت کریں، اسی کو تنہا جانیں، ہر نبی اور رسول نے اپنی ذمہ داری کو بخوبی ادا کیا اور جو امانت انہیں سونپی گئی تھی اسے پورا کیا اللہ تعالی نے اس ذمہ داری کی ادائیگی میں اپنی طرف سے کچھ غالب اور ظاہر نشانیوں اور معجزات سے ان کی مدد فرمائی۔

رسول انبیاء سے افضل ہوتے ہیں، اللہ تعالی نے انہیں بھی آپس میں ایک دوسرے کو فضیلت دے رکھی ہے اور ان کے درجات کو آپس میں ایک دوسرے پر بڑھا رکھے ہیں، ان میں سب سے افضل پانچ رسول ہیں جنہیں اولو العزم رسل کہا جاتا ہے۔

اور علی الاطلاق سارے لوگوں میں افضل بلکہ تمام مخلوق سے افضل خاتم الانبیاء سید المرسلین نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

ایمان بالرسل کے اندر چار امور شامل ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

1 - اس بات پر ایمان لانا کہ ان کی رسالت اللہ کی طرف سے برحق ہے، اگر کوئی ان رسولوں میں سے کسی ایک کی بھی رسالت کا انکار کیا تو گویا اس نے سب کی رسالت کا انکار کیا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ) ترجمہ: نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔ [الشعراء: 105]۔

2 - ان میں سے جن کا نام ہمیں معلوم ہے ان پر ان کے نام کے ساتھ ایمان لانا جیسے کہ محمد اور ابراہیم علیہما السلام، ارشاد باری تعالی ہے: (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا) ترجمہ: سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن

نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں اور کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبر داری کے ساتھ قبول کر لیں[النساء:65]۔

اور سابقہ شریعتوں سے جو ثابت ہو اور ہماری شریعت نے اسے منسوخ نہ کیا ہو تو اس پر بھی عمل کرے۔

تمام رسول اور انبیاء وحدت ملت و دین پر متفق ہیں یعنی توحید و نبوت میں اور مقصد بعثت میں، اور اسی طرح اللہ سبحانہ و تعالی کی ذات، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، آخرت کے دن اور بھلی بری تقدیر پر ایمان لانے سے متعلق امور پر بھی تمام انبیاء اور رسول متفق ہیں۔

اور جہاں تک عبادات کا تعلق ہے تو ان کی شکل و صورت، انکی مقدار، انواع و اقسام اور ان کی کیفیتوں سے متعلق سابقہ تمام رسولوں کی شریعتیں مختلف اور متعدد رہی ہیں۔

پانچواں رکن: ایمان بالآخرہ :

آخرت کے دن سے مراد قیامت کا وہ دن ہے جس وقت لوگوں کو حساب و کتاب کے لیے اکٹھا کیا جائے گا۔

ایمان بالآخرہ کے تحت درج ذیل تین امور شامل ہیں:

1 -دوبارہ زندہ کیے جانے پر ایمان لانا یعنی یہ ایمان لانا کہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا جس وقت کہ دوبارہ پھونکا جائے گا تو اس وقت لوگ رب العالمین کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے، اس وقت لوگ غیر مختون ننگے بدن اور ننگے پاؤں ہوں گے، ارشاد باری تعالی ہے:(يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ)ترجمہ: جس دن ہم آسمان کو یوں لپیٹ لیں گے جیسے طومار میں اوراق لپیٹ دیئے جاتے ہیں، جیسے کہ ہم نے اول دفعہ پیدائش کی تھی اسی طرح دوبارہ کریں گے۔ یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے اور ہم اسے ضرور کر کے (ہی) رہیں گے[الانبیاء:104]۔

اور دوبارہ زندہ کیا جانا یہ برحق ہے کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے اللہ تعالی نے فرمایا:(ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ لَمَيِّتُونَ[15] ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ)ترجمہ:اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مر جانے والے ہو[15] پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے[المؤمنون:16]۔

اسی طرح صحیحین کے اندر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث مروی ہے جس کے اندر نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (لوگ قیامت کے دن ننگے بدن غیر مختون اٹھائے جائیں گے) متفق علیہ۔

2 - قیامت کے دن حساب وکتاب اور بدلہ دیئے جانے پر ایمان لانا اس طور پر کہ ہر بندے کو اس کے عمل کا حساب دینا ہے، اور اسی بنیاد پر اسے بدلہ دیا جائے گا، اس پر کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع امت سے دلیل موجود ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ[25] ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ)ترجمہ:بیشک ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے[25] پھر بیشک ہمارے ذمہ ہے ان سے حساب لینا[الغاشیہ:26]۔

اسی طرح ایک حدیث کے اندر آیا ہے :

عن ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:" إِنَّ اللَّهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ، فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَيَسْتُرُهُ، فَيَقُولُ: أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا، أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا، فَيَقُولُ: نَعَمْ، أَيْ رَبِّ حَتَّى إِذَا قَرَّرَهُ بِذُنُوبِهِ، وَرَأَى فِي نَفْسِهِ أَنَّهُ هَلَكَ، قَالَ: سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا، وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ، فَيُعْطَى كِتَابَ حَسَنَاتِهِ، وَأَمَّا الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُونَ، فَيَقُولُ: الْأَشْهَادُ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ، أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ."

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے نزدیک بلا لے گا اور اس پر اپنا پردہ ڈال دے گا اور اسے چھپا لے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا تجھ کو فلاں گناہ یاد ہے؟ کیا فلاں گناہ تجھ کو یاد ہے؟ وہ مومن کہے گا ہاں، اے میرے پرورد گار۔ آخر جب وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرلے گا اور اسے یقین آجائے گا کہ اب وہ ہلاک ہوا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالا۔ اور آج بھی میں تیری مغفرت کرتا ہوں، چنانچہ

اسے اس کی نیکیوں کی کتاب دے دی جائے گی، لیکن کافر اور منافق کے متعلق ان پر گواہ (ملائکہ، انبیاء، اور تمام جن وانس سب) کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا تھا۔ خبردار ہو جاؤ! ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہو گی۔(صحیح بخاری:2441)۔

3 - موت کے بعد جو کچھ بھی ہونے والا ہے اور اس کی خبر دی گئی ہے ان سب پر ایمان لانا، انہی میں سے چند امور درج ذیل ہیں:

1 - قبر کی آزمائش:

اس سے مراد یہ ہے کہ قبر کے اندر میت سے اس کے رب کے بارے میں، اس کے دین اور اس کے نبی کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اور یہ کتاب اللہ اور سنت رسول سے ثابت ہے؛ ارشاد باری تعالی ہے:(يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ)ترجمہ: ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی، ہاں ناانصاف لوگوں کو اللہ بہکا دیتا ہے اور اللہ جو چاہے کر گزرے [ابراہیم:27]۔

اور اسی طرح نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ سیدنا براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے:(الْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، فَذَلِكَ قَوْلُهُ: يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ سورة إبراهيم آية 27".)ترجمہ: مسلمان سے جب قبر میں سوال ہو گا تو وہ گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا وفي الآخرة" ”اللہ ایمان والوں کی اس پکی بات (کی برکت) سے مضبوط رکھتا ہے، دنیوی زندگی میں (بھی) اور آخرت میں (بھی)“کا یہی مطلب ہے۔(صحیح بخاری:4699)۔

اور یہ سوال عام ہے؛ مومنوں اور کافروں میں سے ہر مکلف بندے سے یہ سوال کیا جائے گا چاہے اس کا تعلق اس امت سے ہو یا کسی دوسرے سے، اور جہاں تک غیر مکلف بندوں کا تعلق ہے تو اس بارے میں اختلاف ہے، ہاں

اس سے شہید کو مستثنیٰ رکھا جائے گا اور اسی طرح وہ شخص جو اللہ کی راہ میں سرحد کی نگرانی کرتے ہوئے فوت ہو جائے۔

2 - قبر کا عذاب اور اس کی نعمت:

قبر کا عذاب ظالم منافقوں اور کافروں کے لیے ہو گا، ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ)ترجمہ: اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ ہاں اپنی جانیں نکالو۔ آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے، اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے تھے[الانعام:93]۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے:

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ وَلَمْ أَشْهَدْهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنْ حَدَّثَنِيهِ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَائِطٍ لِبَنِي النَّجَّارِ عَلَى بَغْلَةٍ لَهُ، وَنَحْنُ مَعَهُ إِذْ حَادَتْ بِهِ، فَكَادَتْ تُلْقِيهِ وَإِذَا أَقْبُرٌ سِتَّةٌ أَوْ خَمْسَةٌ أَوْ أَرْبَعَةٌ، قَالَ: كَذَا كَانَ، يَقُولُ: الْجُرَيْرِيُّ، فَقَالَ: " مَنْ يَعْرِفُ أَصْحَابَ هَذِهِ الْأَقْبُرِ؟ "، فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا قَالَ: فَمَتَى مَاتَ هَؤُلَاءِ؟، قَالَ: مَاتُوا فِي الْإِشْرَاكِ؟، فَقَالَ: " إِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ تُبْتَلَى فِي قُبُورِهَا، فَلَوْلَا أَنْ لَا تَدَافَنُوا لَدَعَوْتُ اللَّهَ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِي أَسْمَعُ مِنْهُ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، فَقَالَ: " تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ "، قَالُوا: نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ، فَقَالَ: " تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ "، قَالُوا: نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، قَالَ: " تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ "، قَالُوا: نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، قَالَ: " تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ "، قَالُوا: نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ."

ترجمہ: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو حاضر ہو کر نہیں سنی، بلکہ مجھے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کی، انھوں نے کہا: ایک دفعہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنو نجار کے ایک باغ میں اپنے خچر پر سوار تھے، ہم آپ کے ساتھ تھے کہ اچانک وہ بدک گیا وہ آپ کو گرانے لگا تھا (دیکھا تو) وہاں چھ یا پانچ یا چار قبریں تھیں (ابن علیہ نے) کہا: جریری اسی طرح کہا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان قبروں والوں کو کون جانتا ہے؟" ایک آدمی نے کہا: میں، آپ نے فرمایا: "یہ لوگ کب مرے تھے؟ اس نے کہا: شرک (کے عالم) میں مرے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ لوگ اپنی قبروں میں مبتلائے عذاب ہیں اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم (اپنے مردوں کو) دفن نہ کروگے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ قبر کے جس عذاب (کی آوازوں) کو میں سن رہا ہوں وہ تمھیں بھی سنادے۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف رخ انور پھیرا اور فرمایا: "آگ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔" سب نے کہا ہم آگ کے عذاب سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔" سب نے کہا: ہم قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "(تمام) فتنوں سے جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اللہ کی پناہ مانگو۔" سب نے کہا: ہم فتنوں سے جو ظاہر ہیں اور پوشیدہ ہیں اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگو۔" سب نے کہا: ہم دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ (صحیح مسلم: 2867)۔

یہ عذاب قبر گنہگار مومنوں کو بھی ہو سکتا ہے، لیکن یہ ہمیشہ نہیں رہے گا، اور قبر کی نعمت صرف سچے مومنوں کو میسر ہوگی، ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ) ترجمہ: (واقعی) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔ [فصلت: 30]۔

ملحدین نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے اور اس کی یہ علت بتائی ہے کہ جب ہم قبر کو اکھاڑتے ہیں تو ہم اسے اسی طرح پاتے ہیں جیسے اسے ہم نے کھودا تھا۔ تو ہم ان پر دو طرح سے رد کرسکتے ہیں:

- کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع سلف عذاب قبر اور اس کی نعمت پر دلالت کرتے ہیں۔

- آخرت کے احوال کو دنیا کی احوال پر قیاس نہیں کیا جائے گا؛ کیونکہ قبر کے اندر جو عذاب اور نعمت کی بات کہی گئی ہے وہ دنیا کی محسوس چیزوں کی طرح نہیں ہے۔

قبر کے اندر عذاب اور نعمت جس طرح میت کی روح کو حاصل ہوگی اسی طرح اس کے بدن کو بھی ملے گا، بدن سے جدا ہونے کے بعد روح یا تو نعمت میں ہوگی یا عذاب میں اور بسا اوقات بدن سے ملتی رہے گی پھر اس صورت میں نعمت اور عذاب دونوں کو ایک ساتھ ملے گا۔

3 - صور میں پھونکنا :

صور ایک بڑا سنکھ ہے جسے اسرافیل علیہ السلام نے اپنے منہ میں لگا رکھا ہے، وہ انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں کہ کب انہیں حکم ہو اور وہ اس میں پھونک ماریں، اسرافیل علیہ السلام بھی مکرم فرشتوں میں سے ایک ہیں۔

صور دو بار پھونکا جائے گا :

پہلی بار: گھبراہٹ کی پھونک، یہ پہلی بار پھونکا جائے گا اس وقت لوگ گھبرا کر بے ہوش ہو جائیں گے سوائے اس کے جسے اللہ تعالی بے ہوش کرنا نہیں چاہے گا۔

دوسری بار: دوبارہ زندہ کرکے کھڑا کرنے کے لیے صور پھونکنا :

اس بار صور پھونکیں گے تو لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر کھڑے ہو جائیں گے، صور پھونکنے کی دلیلیں کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع امت سے ثابت ہیں؛ چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا:(وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ

فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ) ترجمہ: اور صور پھونک دیا جائے گا پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے[الزمر:68]۔

اور اسی طرح سیدنا عبداللہ ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث مروی ہے جس کے آخر میں نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:(ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ، فَلَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا أَصْغَى لِيتًا وَرَفَعَ لِيتًا، قَالَ وَأَوَّلُ مَنْ يَسْمَعُهُ: رَجُلٌ يَلُوطُ حَوْضَ إِبِلِهِ، قَالَ: فَيَصْعَقُ وَيَصْعَقُ النَّاسُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللَّهُ، أَوَ قَالَ يُنْزِلُ اللَّهُ مَطَرًا كَأَنَّهُ الطَّلُّ أَوِ الظِّلُّ نُعْمَانُ الشَّاكُّ، فَتَنْبُتُ مِنْهُ أَجْسَادُ النَّاسِ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ أُخْرَى، فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ هَلُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ، وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ، قَالَ: ثُمَّ يُقَالُ أَخْرِجُوا بَعْثَ النَّارِ، فَيُقَالُ: مِنْ كَمْ، فَيُقَالُ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ، قَالَ: فَذَاكَ يَوْمَ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا وَذَلِكَ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ) ترجمہ: پھر صور میں دوسری بار پھونک ماری جائے گی۔ تو وہ سب لوگ کھڑے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے،(زندہ ہو جائیں گے) پھر کہا جائے گا لوگو! اپنے پروردگار کی طرف آؤ! اور (فرشتوں سے کہا جائے گا ان کو لا کھڑا کرو ان سے سوال پوچھے جائیں گے۔ حکم دیا جائے گا۔ آگ میں بھیجے جانے والوں کو (اپنی صفوں سے) باہر نکالو پوچھا جائے گا۔ کتنوں میں سے (کتنے؟) کہا جائے گا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ انھوں نے کہا: تو یہ وہ دن ہو گا جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ اور وہی دن ہو گا جب پنڈلی سے پردہ ہٹا(کر دیدار جمال کرایا) جائے گا۔"(صحیح مسلم:2940)۔

4 -بعث وحشر:

بعث کہتے ہیں قیامت کے دن مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا اور حشر کہتے ہیں تمام مخلوق کو قیامت کے دن حساب و کتاب اور فیصلے کے لیے میدان محشر میں اکٹھا کرنا۔

بعث وحشر برحق ہے اور یہ کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع امت سے ثابت ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:(زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا قُلْ بَلَى وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذَلِكَ عَلَى اللَّهِ

يَسِيرٌ) ترجمہ: ان کافروں نے خیال کیا ہے کہ دوبارہ زندہ نہ کیے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں اللہ کی قسم! تم ضرور دوبارہ اٹھائے جاؤ گے پھر جو تم نے کیا ہے اس کی خبر دیئے جاؤ گے اور اللہ پر یہ بالکل ہی آسان ہے [التغابن:7]۔

اور اسی طرح سہل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث کے اندر نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: (يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى أَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ كَقُرْصَةِ النَّقِيِّ لَيْسَ فِيهَا عَلَمٌ لِأَحَدٍ) ترجمہ: قیامت کے دن لوگ سفید زمین پر جو سرخی مائل ہو گی۔ جیسا کہ میدہ کی روٹی ہوتی ہے جمع کیے جائیں گے۔ اور اس زمین میں کسی شخص کے لیے کوئی نشان نہیں ہو گا، یعنی کوئی گھر، عمارت اور نشان نہ ہو گا، صاف چٹیل میدان ہو گی۔(صحیح مسلم:2790)۔

5 -شفاعت:

شفاعت یعنی سفارش کہتے ہیں دوسرے کے لیے واسطہ اور وسیلہ بننا کسی منفعت کے حصول یا کسی نقصان کو دور کرنے کے لیے۔

قیامت کے دن شفاعت کی کئی قسمیں ہیں :

پہلی قسم: اہل محشر کے لیے سفارش کرنا تاکہ ان کے درمیان جلد سے جلد فیصلہ کر دیا جائے، اور یہ شفاعت صرف رسول پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص ہو گی۔

دوسری قسم: اہل جنت کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش تاکہ انہیں جنت کے اندر داخل کر دیا جائے، اس کی دلیل صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے جسے سیدنا انس ابن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے جس کے اندر رسول پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:(جنت میں جانے کے لیے سب سے پہلے میں سفارش کروں گا، اور انبیاء میں سب سے زیادہ پیروکار میرے ہوں گے)۔

تیسری قسم: رسول پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش اپنے چچا ابو طالب کے حق میں تاکہ ان کے عذاب کے اندر تخفیف کردی جائے جیسا کہ صحیحین کے اندر آیا ہے:

عَنْ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلْ نَفَعْتَ أَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ؟ فَإِنَّهُ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ، قَالَ:" نَعَمْ، هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ، لَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ."

ترجمہ: سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ نے جناب ابوطالب کو ان کی وفات کے بعد کوئی فائدہ پہنچایا، وہ آپ کی حفاظت کیا کرتے تھے اور آپ کے لیے لوگوں پر غصہ ہوا کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں وہ دوزخ میں اس جگہ پر ہیں جہاں ٹخنوں تک آگ ہے اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے نیچے کے طبقے میں رہتے۔(صحیح بخاری:6208)۔

چوتھی قسم: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش ان لوگوں کے بارے میں جو جنت کے اندر بغیر حساب و کتاب کے جائیں گے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: " أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بِلَحْمٍ، فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ، وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ، فذكر الحديث إلى أن قال : فَيُقَالُ: يَا مُحَمَّدُ، أَدْخِلِ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ البَابِ الأَيْمَنِ مِنَ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الأَبْوَابِ .

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا اور آپ کو دستی کا گوشت پیش کیا گیا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دستی مرغوب تھی۔ اسی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخر میں فرمایا: پھر کہا جائے گا: اے محمد! اپنا سر اٹھا! مانگ! تمھیں ملے گا، سفارش کیجیے! تیری سفارش قبول ہوگی۔ تو میں سر اٹھا کر عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت! میری امت! (یعنی میری امت کو بخش دے) تو کہا جائے گا: اے محمد (ﷺ)! اپنی امت کے ان لوگوں کو جن کا حساب وکتاب نہیں، جنت کے

دروازوں میں سے دائیں دروازے سے داخل کیجیے اور وہ جنت کے باقی دروازوں میں لوگوں کے ساتھ شریک ہیں۔(صحیح مسلم:194)۔

پانچویں قسم ان لوگوں کے حق میں سفارش جو دوزخ میں جانے کے مستحق ہوں گے تاکہ انہیں دوزخ میں نہ ڈالا جائے اور یہ سفارش عام ہے اس کی دلیل صحیح ہے ان کی وہ حدیث ہے جسے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیاہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(إن الله تعالى يقول : شفعت الملائكة، وشفع النبيون، وشفع المؤمنون...)ترجمہ:اللہ تعالیٰ فرمائے گا:فرشتوں نے سفارش کی،انبیاءؑ نے سفارش کرلی اور مومن سفارش کرچکے۔(صحیح مسلم:183)۔

چھٹی قسم:ان اہل کبائر کے بارے میں سفارش جو دوزخ میں داخل ہوچکے ہوں گے تاکہ انہیں دوزخ سے نکال دیا جائے،اور یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسروں کے لیے عام ہے جیساکہ صحیح بخاری کے اندر آیاہے:

حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُسَمَّوْنَ: الْجَهَنَّمِيِّينَ."

ترجمہ:سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:”ایک جماعت جہنم سے محمد(صلی اللہ علیہ وسلم)کی شفاعت کی وجہ سے نکلے گی اور جنت میں داخل ہوگی جن کو" جھنمیین"کے نام سے پکارا جائے گا۔“(صحیح بخاری:6566)۔

ان دونوں قسموں کا معتزلہ اور خوارج انکار کرتے ہیں اپنے مذہب کی بنیاد پر؛کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا،کوئی سفارش اسے فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ان کا جواب درج ذیل ہے:

1 - ان کا یہ عقیدہ نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی متواتر احادیث کے خلاف ہے۔

2 - یہ اجماع سلف کے خلاف ہے۔

اس شفاعت کے لیے دو شرطیں ہیں:

1 - اللہ تعالی اس شفاعت کی اجازت دے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ)ترجمہ:کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے۔(البقرہ:255)۔

2 - اللہ تعالی شفاعت کرنے والے اور جس کے حق میں شفاعت کی جارہی ہے دونوں سے راضی ہو جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَى)ترجمہ:وہ کسی کی بھی سفارش نہیں کرتے بجزان کے جن سے اللہ خوش ہو۔(الانبیاء:28)۔

اس بنیاد پر کسی کافر کے لیے کوئی شفاعت نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:(فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ)ترجمہ:پس انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی[المدثر:48]۔

ساتویں قسم:جنت کے اندر جنتیوں کے مقام کو بلند کرنے کے حق میں سفارش کرنا:اور یہ سفارش بھی عام ہو گی، امام ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا:اس پر اس حدیث کو دلیل بناسکتے ہیں جس کے اندر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا تھا:(اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّينَ)ترجمہ:اے اللہ!ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مغفرت فرما، اور اپنے ہدایت یافتہ بندوں میں اس کا درجہ بلند فرما۔(صحیح مسلم:920)۔

6 -حساب :

اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کو ان کے اعمال سے مطلع فرمائے گا۔اور یہ کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع امت سے ثابت ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ[25] ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ)ترجمہ:بیشک ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے[25]پھر بیشک ہمارے ذمہ ہے ان سے حساب لینا[الغاشیہ:26]۔

اسی طرح حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ ، قَالَت: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي بَعْضِ صَلَاتِهِ: " اللَّهُمَّ حَاسِبْنِي حِسَابًا يَسِيرًا"، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، مَا الْحِسَابُ الْيَسِيرُ؟ قَالَ:" أَنْ يَنْظُرَ فِي كِتَابِهِ، فَيَتَجَاوَزَ عَنْه، إِنَّهُ مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ يَوْمَئِذٍ يَا عَائِشَةُ، هَلَكَ، وَكُلُّ مَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ يُكَفِّرُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِ عَنْه، حَتَّى الشَّوْكَةُ تَشُوكُهُ. "

ترجمہ: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نماز میں یہ دعا کرتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! میرا حساب آسان کر دیجئے، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! آسان حساب سے کیا مراد ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا نامہ اعمال دیکھا جائے اور اس سے درگذر کیا جائے، عائشہ! اس دن جس شخص سے حساب کتاب میں مباحثہ ہوا، وہ ہلاک ہو جائے گا اور مسلمان کو جو تکلیف حتیٰ کہ کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کے گناہوں کا کفارہ فرما دیتا ہے۔ (اسے مسند احمد (24215) نے روایت کیا ہے اور علامہ البانی نے کہا ہے کہ اس کی سند جید ہے)۔

مومن کے حساب وکتاب کی صفت :

اللہ تعالی اپنے بندے سے تنہائی میں ملے گا اس وقت بندہ اپنے گناہوں کا اقرار کرے گا یہاں تک کہ جب اسے لگے گا کہ وہ ہلاک ہو جائے گا تو اللہ تعالی اس سے فرمائے گا کہ دنیا میں تیرے اوپر میں نے ان گناہوں کو چھپا کے رکھا اور آج بھی میں انہیں معاف کر رہا ہوں، پھر اسے اس کی نیکیوں کا دفتر دے دیا جائے گا۔

اور جہاں تک کفار اور منافقوں کا تعلق ہے تو انہیں تمام لوگوں کے سامنے نام لے لے کر پکارا جائے گا اور کہا جائے گا جیسا کہ قران کے اندر آیا ہے: (هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ) ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا، خبر دار ہو کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر [ھود:18]۔

وہاں پر سب کا حساب ہو گا سوائے ان لوگوں کے جنہیں نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مستثنی کر دیا ہے، اور وہ 70 / ہزار ہوں گے جو اسی امت سے تعلق رکھیں گے انہی میں عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ بھی ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کے ساتھ 70 / ہزار لوگ ہوں گے۔

اور سب سے پہلے امت محمدیہ کا حساب ہو گا جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (ہم سب سے آخر میں آئے ہیں لیکن قیامت کے دن سب سے پہلے ہوں گے ہمارا حساب کتاب سب سے پہلے ہو گا)۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے۔

اللہ کے حقوق میں بندے سے سب سے پہلے نماز کے بارے میں حساب ہو گا اور لوگوں کے حقوق کے تعلق سے سب سے پہلے خون کے بارے میں فیصلہ ہو گا۔

7 -میزان :

اللہ تعالی بندوں کے اعمال کو وزن کرنے کے لیے قیامت کے دن میزان نصب کرے گا، اس پر کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع سلف سے دلیل موجود ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:(فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ[102] وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ)ترجمہ: پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہو گئے تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔[102] اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانوں کا نقصان کیا، جہنم ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ [المؤمنون:103]۔

اور اسی طرح حدیث کے اندر آیا ہے :

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ، سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ."

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ تبارک وتعالی کو بہت ہی پسند ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں بوجھل اور باوزن ہوں گے، وہ کلمات مبارکہ یہ ہیں "سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم"۔" (صحیح بخاری:7563)۔

یہ حقیقی میزان ہوگا، اس کے دو پلڑے ہوں گے جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب بطاقہ والی حدیث کے اندر فرمایا ہے کہ (تمام دفتروں کو ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور لا الہ الا اللہ والے بطاقے کو ایک پلڑے میں)۔ اس حدیث کو امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

اور ایک قول کے مطابق کئی میزان ہوں گے قوموں کے اعتبار سے یا یہ کہ افراد کے اعتبار سے یا یہ کہ اعمال کے اعتبار سے، اور ایک قول کے مطابق صرف ایک میزان ہوگا۔ صحیح یہ ہے کہ دونوں امر کا احتمال ہے۔

اور بظاہر یہی پتہ چلتا ہے کہ عمل کو وزن کیا جائے گا ارشاد باری تعالی ہے:(وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ) ترجمہ: قیامت کے دن ہم درمیان میں لا رکھیں گے ٹھیک ٹھیک تولنے والی ترازو کو۔ پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا ہم اسے لا حاضر کریں گے، اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے [الانبیاء:47]۔

اور اسی طرح صاحب بطاقہ والی حدیث جسے سیدنا ابوہریرہ نے روایت کیا ہے اس سے بھی یہی پتہ چلتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ اس سے عمل کے صحیفے مراد ہیں جیسا کہ صاحب بطاقہ والی حدیث سے پتہ چلتا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے عمل کرنے والا خود مراد ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے :

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:" إِنَّهُ لَيَأْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيمُ السَّمِينُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَ اللَّهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ، وَقَالَ: اقْرَءُوا فَلا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا سورة الكهف آية 105 ."

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ قیامت کے دن ایک بہت بھاری بھر کم موٹا تازہ شخص آئے گا لیکن وہ اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی کوئی قدر نہیں رکھے گا اور فرمایا کہ پڑھو "فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا" "قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن نہ کریں گے۔" (صحیح بخاری: 4729)۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سب کو وزن کیا جائے گا یعنی عمل کرنے والے کو بھی اور اس کے عمل کو بھی۔

8 - دفاتر کا کھولنا:

اس سے مراد قیامت کے دن نامہ اعمال کا اظہار اور اس کی تقسیم ہے۔

دفاتر سے مراد نامہ اعمال ہے کہ جن کے اندر لوگوں کے اعمال کو گن گن کر رکھا گیا ہے کہ جنہیں فرشتوں نے عمل کرنے والے کے حق میں لکھ رکھا ہے۔

چنانچہ یہاں پر دفاتر کے کھولنے سے مراد قیامت کے دن نامہ اعمال کا اظہار ہے کہ جس وقت دفاتر کو کھولا جائے گا تو وہ دائیں بائیں اڑنے لگیں گے۔

اور یہ کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع امت سے ثابت ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:(فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ[7] فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا[8] وَيَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِهِ مَسْرُورًا[9] وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ[10] فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا[11] وَيَصْلَى سَعِيرًا)ترجمہ: پس لیکن وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔[7] سو عنقریب اس سے حساب لیا جائے گا، نہایت آسان حساب۔[8] اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش واپس آئے گا۔[9] اور لیکن وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا گیا۔[10] تو عنقریب وہ بڑی ہلاکت کو پکارے گا۔[11] اور بھڑکتی آگ میں داخل ہو گا۔[الانشقاق:12]۔

اعمال نامہ لینے کی صفت:

ایک مومن اپنا نامہ اعمال اپنے دائیں ہاتھ سے لے گا اور خوشی کا اظہار کرے گا اور کہے گا: یہ لو میرا نامہ اعمال پڑھو۔(الحاقہ:19)۔ جبکہ کافر اپنے نامہ اعمال کو پیچھے سے اپنے دائیں ہاتھ سے لے گا اور وہ اپنی بربادی اور تباہی کو دعوت دے گا اور کہے گا: کاش مجھے میرا نامہ اعمال دیا ہی نہ گیا ہوتا کاش مجھے میرا حساب معلوم ہی نہ ہوتا۔ (الحاقہ:26)۔

9 -حوض :

یہ پانی کا حوض ہوگا جو میدان محشر میں کوثر نامی نہر سے نکلے گا، اور یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے میدان محشر میں لگایا جائے گا، اس پر سنت متواترہ سے بہت ساری دلیلیں موجود ہیں، اہل السنہ کا اس پر اجماع ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ میں حوض پر تم سے پہلے رہوں گا۔(متفق علیہ)۔

معتزلہ نے حوض کے ثبوت کا انکار کیا ہے جس کا ہم درج ذیل جو دو جواب دے سکتے ہیں:

1 - حوض کا ثبوت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیثوں میں ملتا ہے۔

2 - علماء امت کا اس پر اجماع ہے۔

حوض کی صفت :

اس کی لمبائی ایک مہینے کی مسافت ہے اور اسی طرح اس کی چوڑائی بھی ایک مہینے کی مسافت ہے، اس کے چاروں زاویے برابر ہوں گے، اس سے پینے کے برتنوں کی تعداد ستاروں کے برابر ہوگی، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا اور مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہوگا، اس کے اندر دو پرنالے ہوں گے جو جنت سے گر رہے ہوں گے ایک سونے کا ہوگا اور دوسرا چاندی کا، نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے مومنین

یہاں آئیں گے، اس سے جو ایک گھونٹ پی لے گا وہ کبھی پیاسا نہیں ہو گا، یہ حوض اس وقت بھی موجود ہے جیسا کہ سیدنا عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی قسم !یقینامیں اپنے حوض کواس وقت دیکھ رہاہوں۔ اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ اس کے اندر پانی نہر کوثر سے آئے گا، ہر نبی کا ایک حوض ہو گا لیکن نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض سب سے بڑا اور سب سے عظیم ہو گا، اس پر پانی پینے والوں کی تعداد بھی سب سے زیادہ ہو گی۔

حوض سے کچھ لوگوں کو دھتکار دیا جائے گا؛ کہا گیا کہ یہ لوگ عرب کے کچھ سخت دل انپڑھ دیہاتی لوگ ہوں گے جو لالچ اور ڈر کی وجہ سے اسلام میں داخل ہو گئے تھے پھر نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین اسلام کے اندر نئی نئی بدعتیں ایجاد کر لی تھیں جیسے کہ اہل بدعت۔

10 -پل صراط :

اس سے مراد وہ پل ہے جو جہنم کی پشت پر رہے گا تاکہ لوگ اسے پار کر کے جنت تک پہنچ سکیں، اور یہ کتاب اللہ اور سنت رسول سے ثابت ہے، اور اس کے اثبات پر اہل السنہ کا اتفاق ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:(وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا[71] ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا) ترجمہ: تم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونے والا ہے، یہ تیرے پروردگار کے ذمے قطعی، فیصل شدہ امر ہے[71] پھر ہم پرہیز گاروں کو تو بچالیں گے اور نافرمانوں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے [مریم:72]۔

سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ قتادہ اور زید ابن اسلم نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ ہر ایک کو پل صراط سے گزرنا ہو گا، اور کچھ لوگوں نے جن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں اس کی تفسیر دخول نار سے کی ہے اور کہا ہے کہ البتہ یہ لوگ نجات پاجائیں گے۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ایک لمبی حدیث میں

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پھر جہنم پر ایک پل نصب کیا جائے گا اور شفاعت کو حلال کیا جائے گا، اس وقت لوگ کہیں گے: اللھم سلم سلم، اے اللہ! تو مجھے محفوظ رکھ۔ متفق علیہ۔

پل صراط کی صفت :

بہت پھسلنی، ڈگمگا دینے والی جگہ ہے، اس میں اچک لینے والے آنکڑے اور کئی کئی نوکوں والے کنڈے ہیں اور اس میں کانٹے دار پودے ہیں جو نجد میں ہوتے ہیں جنہیں سعدان کہا جاتا ہے۔ اس کی عظمت کا صحیح اندازہ صرف اللہ تعالی کو ہے وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے حساب سے لپکتا رہے گا وہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے

پل صراط پر گزرنے کی کیفیت:

پل صراط سے گزر کر پار صرف مومن ہوں گے اور وہ بھی اپنے اعمال کے حساب سے، جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جس کے اندر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: (فَيَمُرُّ الْمُؤْمِنُونَ كَطَرْفِ الْعَيْنِ، وَكَالْبَرْقِ، وَكَالرِّيحِ، وَكَالطَّيْرِ، وَكَأَجَاوِيدِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ، فَنَاجٍ مُسَلَّمٌ، وَمَخْدُوشٌ مُرْسَلٌ، وَمَكْدُوسٌ فِي نَارِ جَهَنَّمَ) ترجمہ: مومن آنکھ کی جھپک کی طرح اور بجلی کی طرح اور ہوا کی طرح اور پرندوں کی طرح اور تیز رفتار گھوڑوں اور سواریوں کی طرح گزر جائیں گے، کوئی صحیح سالم نجات پانے والا ہو گا اور کوئی زخمی ہو کر چھوڑ دیا جانے والا اور کچھ جہنم کی آگ میں تہ بن تہ لگا دیے جانے والے۔ (صحیح مسلم: 183)۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

اور یہ جان لیں کہ پل صراط پر سب سے پہلے انبیاء میں جو گزرے گا وہ نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے اور امتوں میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت گزرے گی۔

11 - جنت اور دوزخ:

جنت وہ گھر ہے جسے اللہ تعالی نے آخرت میں اپنے نیک متقی بندوں کے لیے تیار کر رکھا ہے، اور دوزخ وہ گھر ہے جسے اللہ تعالی نے آخرت میں اپنے نافرمان کافر بندوں کے لیے تیار کر رکھا ہے۔

وہ دونوں اس وقت پیدا شدہ ہیں، وہ کبھی دونوں فنا نہیں ہوں گے، اللہ تعالی نے جنت کے تعلق سے فرمایا:(أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ)ترجمہ: جو پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے[آل عمران:133]۔ اور اسی طرح اللہ تعالی نے دوزخ کے تعلق سے فرمایا ہے:(أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ)ترجمہ: کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔[البقرہ: 24]۔

اور اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت آپ نے سورج گرہن کی نماز پڑھی تھی: (إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ عُنْقُودًا وَلَوْ أَصَبْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا، وَأُرِيتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْظَعَ)ترجمہ: میں نے جنت دیکھی اور اس کا ایک خوشہ توڑنا چاہا تھا اگر میں اسے توڑ سکتا تو تم اسے رہتی دنیا تک کھاتے اور مجھے جہنم بھی دکھائی گئی میں نے اس سے زیادہ بھیانک اور خوفناک منظر کبھی نہیں دیکھا۔(صحیح بخاری:1052)۔

اور یہ دونوں کبھی فنا نہیں ہوں گے اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ قول ہے:(جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا)ترجمہ: ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہمیشگی والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔(البینۃ:8)۔

اور اسی طرح سے مزید اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا)ترجمہ: اللہ تعالٰی نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے[الاحزاب:64]۔

جنت اور دوزخ میں رہنے والے :

جنت میں رہنے والا ہر شخص ہوگا جو مومن اور متقی ہو گا اللہ تعالی نے جنت کے بارے میں فرمایا:(أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ)ترجمہ: جو پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے[آل عمران:133]۔

اور دوزخ میں رہنے والا ہر بدبخت کافر ہوگا، اللہ تعالی نے دوزخ کے بارے میں فرمایا:(اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ)ترجمہ:کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔[البقرہ:24]۔

12 -موت کا ذبح کیا جانا:

قیامت کے دن اللہ تعالی موت کو ایک جسمانی مرئی شکل عطا کرے گا پھر اسے جنت اور دوزخ کے درمیان لا کر ذبح کر دیا جائے گا جیسا کہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" يُؤْتَى بِالْمَوْتِ كَهَيْئَةِ كَبْشٍ أَمْلَحَ، فَيُنَادِي مُنَادٍ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ، فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ، فَيَقُولُ: هَلْ تَعْرِفُونَ هَذَا؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، هَذَا الْمَوْتُ وَكُلُّهُمْ قَدْ رَآهُ، ثُمَّ يُنَادِي: يَا أَهْلَ النَّارِ، فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ، فَيَقُولُ: هَلْ تَعْرِفُونَ هَذَا؟ فَيَقُولُونَ: نَعَمْ، هَذَا الْمَوْتُ وَكُلُّهُمْ قَدْ رَآهُ، فَيُذْبَحُ، ثُمَّ يَقُولُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ، خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ، وَيَا أَهْلَ النَّارِ: خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ، ثُمَّ قَرَأَ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ سورة مريم آية 39 وَهَؤُلَاءِ فِي غَفْلَةٍ أَهْلُ الدُّنْيَا وَهُمْ لا يُؤْمِنُونَ سورة مريم آية 39."

ترجمہ: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن موت ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لائی جائے گی۔ ایک آواز دینے والا فرشتہ آواز دے گا کہ اے جنت والو! تمام جنتی گردن اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے، آواز دینے والا فرشتہ پوچھے گا۔ تم اس مینڈھے کو بھی پہچانتے ہو؟ وہ بولیں گے کہ ہاں، یہ موت ہے اور ان سے ہر شخص اس کا ذائقہ چکھ چکا ہوگا۔ پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا اور آواز دینے والا جنتیوں سے کہے گا کہ اب تمہارے لیے ہمیشگی ہے، موت تم پر کبھی نہ آئے گی اور اے جہنم والو! تمہیں بھی ہمیشہ اسی طرح رہنا ہے، تم پر بھی موت کبھی نہیں آئے گی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی"وأنذرهم يوم الحسرة إذ قضي الأمر وهم في غفلة"الخ"اور انہیں حسرت کے دن سے ڈرا دو۔ جبکہ اخیر فیصلہ کر دیا جائے گا اور یہ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں (یعنی دنیادار لوگ) اور ایمان نہیں لاتے۔"(صحیح بخاری:4730)۔

13 -رویت باری تعالی:

مومنین قیامت کے دن اپنے رب کو اپنی کھلی نگاہوں سے دیکھیں گے دو جگہوں پر؛ ایک میدان محشر میں اور دوسرے جنت کے اندر۔ اس پر تفصیلی کلام گزر چکا ہے۔

چھٹا رکن: ایمان بالقدر:

اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ تعالی نے پوری کائنات کی تقدیر اپنے علم سابق کی بنیاد پر بہت پہلے سے لکھ رکھی ہے اور یہ سب اس کی حکمت کے تقاضے کے مطابق ہے۔ ایمان بالقدر چار مراتب کو شامل ہے:

1 - اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ تعالی جزئی اور تفصیلی ہر اعتبار سے تمام چیزوں کو جانتا ہے ازل سے ابد تک خواہ اس کا تعلق اس کے افعال سے ہو یا بندوں کے افعال سے۔

2 - اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ تعالی نے اسے لوح محفوظ کے اندر لکھ رکھا ہے۔ ان دونوں مراتب کے بارے میں اللہ تعالی فرماتا ہے:(أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذَلِكَ فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ) ترجمہ: کیا آپ نے نہیں جانا کہ آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے۔ یہ سب لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ پر تو یہ امر بالکل آسان ہے[الحج:70]۔

اسی طرح ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " كَتَبَ اللَّهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ، قَالَ: وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ."

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقادیر، آسمان وزمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دی تھیں اور اس کا عرش پانی پر تھا۔" (صحیح مسلم:2653)۔

3 - اس بات پر ایمان لانا کہ کائنات کی ساری چیزیں اللہ کی مشیت کے تحت ہیں خواہ ان کا تعلق اللہ کے فعل سے ہو یا مخلوق کے فعل سے ہو اللہ تعالی نے فرمایا:(وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ) ترجمہ: اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے، ان میں سے کسی کو کوئی اختیار نہیں، اللہ ہی کے لیے پاکی ہے وہ بلند تر ہے ہر اس چیز سے کہ لوگ شریک کرتے ہیں [القصص:68]۔

اور اسی طرح مخلوقات کے فعل سے متعلق فرمایا:(وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتَلُوكُمْ) ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا اور وہ تم سے یقیناً جنگ کرتے۔(النساء:90)۔

4 - اس بات پر ایمان لانا کہ کائنات کی تمام چیزیں اپنی ذات، اپنی صفات اور اپنی حرکات کے ساتھ اللہ کے لیے پیدا کی گئی ہیں ارشاد باری تعالی ہے:(اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ) ترجمہ: اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے [الزمر:62]۔

تقدیر کے بارے میں جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اسی طرح اس پر ایمان لانا اس بات کی منافی نہیں ہے کہ بندے کو اپنے اختیاری افعال میں کوئی مشیت، ارادہ اور کوئی قدرت نہیں ہے، اور یہ کہ اس سے بندے کے لیے ایسی کوئی حجت نہیں ہے کہ وہ واجبات کو ترک کرے یا معاصی کا ارتکاب کرے۔

***ایک فرعی مسئلہ:**

بندے کا فعل مخلوق ہے اللہ کے لیے اور کمائی فاعل کے لیے ہے، دونوں کے درمیان تطبیق درج ذیل دو صورتوں میں دی جاسکتی ہے:

1 - بندے کا فعل اس کی صفات سے ہے اور بندہ اور اس کی صفات اللہ کے لیے مخلوق ہیں۔

2 - بندے کا فعل ایک قلبی ارادے اور بدنی طاقت کے ذریعے صادر ہوتا ہے، اگر یہ دونوں چیزیں نہ ہوں تو کوئی فعل انجام نہ پائے، اور اس ارادے اور قدرت کو جس نے پیدا کیا ہے وہ اللہ تعالی ہے، چنانچہ جو سبب کا خالق ہے وہی مسبب کا بھی خالق ہے۔

تقدیر کے اندر دو فرقے گمراہ ہوئے ہیں: 1 - جبریہ: جو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے عمل پر مجبور ہے، اس کے پاس کوئی ارادہ اور کوئی قدرت نہیں ہے۔

2 - قدریہ: جو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے عمل کا خود خالق ہے اسے اپنے ارادے اور قدرت میں استقلال حاصل ہے۔

چوتھی فصل

جزوی طور پر اسباب پر بھروسہ کرنا

پہلا مطلب:

اسباب کے تعلق سے لوگوں کے اقسام:

اسباب کے اثبات اور اس کی تاثیر میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں، دو انتہا پر ہیں اور ایک اعتدال پر :

پہلی قسم :

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اسباب کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اور جس چیز کے بارے میں یہ اعتقاد کیا جاتا ہے کہ یہ سبب ہے وہ دراصل حادث ہے نہ کہ اس عمل کا سبب، اور یہ کہ وہ صرف اللہ کا فعل ہے، اس فعل کو سبب کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا۔

دوسری قسم :

پہلی قسم والوں کے بالکل برعکس ہے جو سبب کے اندر غلو کرتے ہیں اور اسی کو مسبب کے لیے مستقل فاعل قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سبب مسبب کا موجب ہے اور علت اپنے معلول میں موثر ہے، اللہ کی مشیت کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

تیسری قسم :

یہی اہل حق ہیں جو اسباب کو ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اپنے مسبب حقیقی سے الگ نہیں ہے اور مسبب حقیقی اللہ تعالی ہے، اور اس کے اندر قاعدہ یہ ہے کہ اسباب کی طرف پورے طور پر ملتفت ہو جانا توحید کے اندر شرک ہے، اور اسباب کو پورے طور پر ختم کر دینا عقل میں کمی اور کلی طور پر اسباب سے اعراض کرنا شریعت پر اعتراض ہے۔

چنانچہ شریعت کے اعتبار سے اسباب کو ثابت ماننا توکل کے منافی نہیں ہے۔

دوسرا مطلب:

اسباب کی قسمیں اور ہر قسم کا حکم

1 - مشروع اسباب: خواہ وہ واجب ہوں یا جائز، اور اس کے تحت تمام واجب اور جائز اسباب شامل ہوں گے۔

2 - جائز اسباب: اس سے ہر وہ سبب مراد ہے جس کی سببیت ثابت ہو جائے اور اس چیز کی سببیت ثابت ہو جائے جسے شریعت نے ثابت کیا ہو یا یہ کہ اس کے اور اس کے اثر کے درمیان کوئی واضح مناسبت ہو جس کا ادراک کیا جا سکے حسی طور پر یا عقلی طور پر جو دوسری قسموں سے متعلق نہ ہو۔

3 - مکروہ اسباب: اس کا تعلق بھی جائز اسباب ہی سے ہے الا یہ کہ شرعی دلیلوں کی بنیاد پر ان کا مکروہ ہونا ثابت ہو چکا ہے جیسے کہ جھاڑ پھونک کروانا اور داغ لگوانا جو کہ کامل توکل کے منافی ہے۔

4 - حرام اسباب: اس کا تعلق بھی گزشتہ اسباب سے ہے، اس کی مثال ناخن اور دانت سے ذبح کرنا، ذی روح اشیاء کو آگ سے عذاب دینا؛ کیونکہ شریعت کے اندر اس کی حرمت آئی ہے، اس کی ایک مثال لوگوں سے مال کا سوال کرنا جب کہ اس کے پاس بقدر کفاف روزی موجود ہو؛ کیونکہ یہ توکل کے منافی ہے۔ ان میں سے تو کچھ شرک کے درجے تک پہنچ جاتے ہیں اور کچھ شرک کے درجے تک نہیں پہنچتے۔

5 - موہوم اسباب: اس کی تین قسمیں ہیں:

الف- شرک اکبر: جیسے کہ بتوں کو تقرب الہی کا سبب بنانا، اور اسی میں مردوں کو پکارنا اور ان سے استغاثہ کرنا بھی شامل ہے۔

ب- جو شرک اصغر ہو صریح دلیل کی روشنی میں یا قیاس کے ذریعے جیسے کہ بدشگونی لینا، تیروں کے ذریعے قسمت آزمائی کرنا، غیب کی باتیں بتلانا اور قسمت بتانا، ستاروں میں دیکھ کر اور کہانت کے ذریعے غیب کا دعوی کرنا

وغیرہ کہ جن کے اندر آدمی کچھ واسطوں کے ذریعے غیب کے علم کا دعوی کرتا ہے، اور اسی طرح تعویذ لٹکانا وغیرہ اس شرط کے ساتھ کہ یہ شرک اکبر تک نہ پہنچے، جس کی وضاحت آئندہ آنے والی ہے۔

چنانچہ کسی چیز کو سبب بنانا جبکہ وہ سبب نہ ہو نہ ہی شریعت کی روشنی میں اور نہ ہی ظاہری تجربے کی روشنی میں تو وہ بھی شرک ہو گا جیسے کہ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے تعویذ لٹکائی اس نے شرک کیا۔ اسے امام احمد رحمہ اللہ نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ج۔ جس کے تعلق سے ممانعت یا حرمت آئی ہو لیکن شارع نے اسے شرک نہ کہا ہو جیسے کہ نذر ماننا، اور یہ توکل کے منافی ہے بالکل واضح ہے۔

تیسرا مطلب:

دوا اور علاج کروانا

تمام علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دوا اور علاج کرانا جائز ہے اور یہ توکل کے منافی نہیں ہے اور نہ ہی کسی نے اسے حرام کہا ہے، ہاں بہت سارے سلف نے اس بات کو مستحب گردانا ہے کہ دوا نہ کرا کے اللہ پر توکل کرتے ہوئے صبر کرنا چاہیے۔

دوا وعلاج کرانے کی قسمیں:

1 - جس کے تعلق سے علم ہو یا غالب گمان ہو کہ اس سے فائدہ ہوگا اور ساتھ ہی اس کے چھوڑنے سے ہلاکت کا احتمال ہو تو ایسی صورت میں جو دوا اور علاج کرانا واجب ہوگا۔

2 - جس کے بارے میں علم ہو یا غالب گمان ہو کہ اس کا فائدہ ہوگا لیکن اس کے چھوڑنے سے ہلاکت کا خطرہ نہ ہو تو ایسی صورت میں دوا کرانا ہی بہتر ہے۔

3 - دونوں چیزیں برابر ہوں یعنی اس کے اندر نفع اور عدم نفع دونوں کا احتمال ہو تو ایسی صورت میں دوا نہ کرانا افضل ہوگا۔

چوتھا مطلب:

رقیہ یعنی جھاڑ پھوک کرانا:

رقیہ یہ رقی کی جمع ہے، اس سے مراد کچھ دعائیں اور جھاڑ پھونک جنھیں پڑھ کر مریض پر دم کیا جاتا ہے تاکہ تکلیف ختم ہو جائے؛ چنانچہ سیدنا انس ابن مالک رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث ہے کہ آپ نے کہا کہ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر بد، تپ دق اور چیونٹی کاٹنے میں جھاڑ پھونک کرنے کی رخصت دی ہے۔(صحیح مسلم)۔

اور امت کا اجماع بھی اس بات پر ہے کہ جھاڑ پھونک کرنا جائز ہے، اور اس میں راجح قول یہی ہے کہ یہ مستحب ہے؛ کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایسا کیا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا کیا ہے جیسا کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث ہے جسے شیخین یعنی امام بخاری اور امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" كَانَ إِذَا اشْتَكَى يَقْرَأُ عَلَى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَيَنْفُثُ، فَلَمَّا اشْتَدَّ وَجَعُهُ كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَيْهِ وَأَمْسَحُ بِيَدِهِ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا."

ترجمہ: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار پڑتے تو معوذات کی سورتیں پڑھ کر اسے اپنے اوپر دم کرتے (اس طرح کہ ہوا کے ساتھ کچھ تھوک بھی نکلتا) پھر جب (مرض الموت میں) آپ کی تکلیف بڑھ گئی تو میں ان سورتوں کو پڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے برکت کی امید میں آپ کے جسد مبارک پر پھیرتی تھیں۔(صحیح مسلم:5016)۔

علمائے امت نے رقیہ کرنے یعنی جھاڑ پھونک کرنے کے جواز کے تعلق سے چند شرطیں بیان کی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

2 - وہ شرک سے خالی ہو۔

2 - یہ اعتقاد ہو کہ یہ جھاڑ پھونک بذات خود موثر نہیں ہے۔

3 - ان کا معنی مفہوم ہو یعنی ایسا نہ ہو جس سے کفر یا شرک کا گمان ہو۔

4 - یہ رقیہ اور جھاڑ پھونک کسی کاہن یا نجومی کی طرف سے نہ ہو۔

5 - یہ رقیہ اور جھاڑ پھونک حرام طریقے سے نہ ہو اس طور پر کہ رقیہ اور جھاڑ پھونک کا قصد جس وقت کیا جائے تو آدمی جنبی ہو یا کسی قبرستان میں ہو یا حمام میں ہو یا یہ کہ وہ ستاروں میں دیکھ رہا ہو وغیرہ وغیرہ۔

6 - یہ اعتقاد رکھے کہ جھاڑ پھونک ایک شرعی سبب ہے اور بس۔

* شرکیہ جھاڑ پھونک:

یہ وہ جھاڑ پھونک ہے جس کے اندر جھاڑ پھونک کرنے والا یا جس پر جھاڑ پھونک کیا جا رہا ہے وہ جھاڑ پھونک پر پورا بھروسہ کرے؛ چنانچہ اگر رقیہ پر کوئی بھروسہ کرتا ہے لیکن ساتھ میں اس کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ یہ ایک سبب ہے یہ کوئی مستقل تاثیر نہیں ہے تو ایسی صورت میں یہ شرک اصغر ہو گا، لیکن اگر کوئی رقیہ پر کلی طور پر اعتماد کرے یہاں تک کہ اس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ کو چھوڑ کر یہی فائدہ پہنچائے گا یا یہ کہ غیر اللہ کے لیے عبادت میں سے کسی چیز کا پھیرنا لازم آئے جیسے کہ وہ کسی مخلوق سے پناہ طلب کرے ایسی چیزوں میں جس پر صرف اللہ ہی قادر ہو سکتا ہے تو یہ شرک اکبر ہو جائے گا۔

تمام طرح کے شرکیہ جھاڑ پھوک کی حرمت کی دلیل درج ذیل یہ حدیث ہے:

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ ، قال: كُنَّا نَرْقِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ تَرَى فِي ذَلِكَ؟، فَقَالَ: " اعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ."

ترجمہ: سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں، ہم جاہلیت کے دور میں دم کرتے تھے، سو ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اپنا دم مجھ پر پیش کرو، مجھے سناؤ، دم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس میں شرک نہ ہو۔" (صحیح مسلم:2200)۔

اسی طرح حرام جھاڑ پھوک میں سے یہ بھی ہے کہ اس رقیہ یعنی جھاڑ پھونک کے اندر جادوی طلسم ہو یا ایسے الفاظ ہوں جس کا معنی مفہوم نہ ہو تو ان کے بارے میں غالب گمان یہی ہے کہ وہ شرکیہ جھاڑ پھونک ہے، خاص طور سے جب وہ کسی ایسے شخص کی طرف سے ہو جو صلاح و تقوی اور استقامت میں معروف نہ ہو یا یہ کہ کسی کافر کی طرف سے ہو خواہ وہ اہل کتاب میں سے ہو یا غیر اہل کتاب میں سے ہو۔

پانچواں مطلب:

تمیمہ یعنی تعویذ لٹکانا

تمیمہ جس کی جماعت تمائم ہے، تمیمہ اس چیز کو کہتے ہیں جسے لٹکایا جاتا ہے تاکہ تکلیف اور بلا دور ہو جائے خاص طور سے نظر بد کے لیے۔ یہ دھاگہ، چھلا یا اس کے علاوہ اور بھی کچھ ہو سکتا ہے، یہ کچھ سیپیاں ہوتی تھیں جنہیں عرب اپنے بچوں کے گلوں میں لٹکا دیتے تھے تاکہ انہیں نظر بد نہ لگے، ایسا ان کا گمان تھا، مگر اسلام نے اسے باطل ٹھہرا دیا، اس کی دلیل درج ذیل یہ حدیث ہے:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ ، أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: " مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ ."

ترجمہ: سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تعویذ لٹکاتا ہے وہ شرک کرتا ہے۔(مسند احمد:17422)۔

قرآنی تعویذ اور اس جیسی دیگر تعویذ کا حکم :

اس طور پر کہ قرآن کی کچھ آیتیں یا جائز دعائیں لکھ دی جائیں اور پھر اسے مریض کے گلے میں لٹکا دیا جائے تو سلف کے مابین اس بارے میں اختلاف ہے، ان میں جو سب سے بہتر قول ہے یہی ہے کہ ایسا جائز ہے اس شرط کے ساتھ کہ یہ بلا اور مصیبت کے آنے کے بعد کیا گیا ہو۔

بدن پر جو دھاگے اور چھلے وغیرہ لٹکائے جاتے ہیں ان کی کئی قسمیں:

1 - ان کے بارے میں یہ گمان ہو کہ اللہ کو چھوڑ کر یہی مستقل طور پر نفع اور نقصان کا سبب ہے تو یہ شرک اکبر ہو گا، اور اگر اس کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالی ہی تنہا نافع ہے لیکن اس نے اس تعویذ کو نقصان کے دور کرنے میں سبب بنا لیا ہو تو یہ شرک اصغر ہو گا۔

2 - یہ کہ اس کا فائدہ ثابت ہو اور ظاہری تجربے کی بنیاد پر اس کی سببیت اور علت بھی واضح ہو تو یہ من جملہ ان حقیقی اسباب میں شامل ہو گا جیسے کہ بعض اسٹیکر کے لگانے سے کچھ متعین بیماریوں کا علاج ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں ایسا کرنا جائز ہو گا۔

3 - یہ کہ اس کا فائدہ اور اس کی سببیت ظاہری تجربے کی بنیاد پر ثابت نہ ہو، اور اسے وہ اختیار کرے کسی نقصان اور تکلیف کو دور کرنے کے لیے، تو ایسی صورت میں یہ حرام ہو گا بلکہ شرک اصغر ہو گا۔

اس کی دلیل مسند احمد کی یہ حسن روایت ہے :

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو تعویذ لٹکائے اس نے شرک کیا۔

4 - یہ کہ دھاگہ یا چھلا وغیرہ بطور زینت کے باندھے کسی تکلیف کے دور کرنے کے لیے نہیں، تو ایسی صورت میں اگر اس کا تعلق لوگوں میں سے ہے جن کے لیے ایسی چیزوں سے زینت اختیار کرنا جائز ہے جیسے کہ عورت تو ایسی صورت میں یہ جائز ہو گا جب تک کہ یہ اس شخص کے مشابہ نہ ہو جو اسے نظر بد سے بچنے کے لیے لٹکاتا ہے بصورت دیگر یہ جائز نہیں ہو گا۔

چھٹا مطلب:

طیرہ یعنی بدشگونی لینا:

کسی چیز کو دیکھ کر یا سن کر یا کچھ معلوم ہونے پر اس کے ذریعے بدشگونی لینا

اس بدشگونی کے ذریعے یا تو کسی چیز کو نافذ کیا جاتا ہے یا اس سے رک جایا جاتا ہے، بدشگونی جائز نہیں ہے اس پر بہت ساری دلیلیں ہیں، ان میں سے صحیحین کی یہ حدیث بھی ہے:

عَنْ أَنَسٍ ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " لَا عَدْوَى، وَلَا طِيَرَةَ، وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ الْكَلِمَةُ الْحَسَنَةُ الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ."

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "متعدی بیماری اور بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور مجھے نیک شگون پسند ہے، جو اچھے بول اور پسندیدہ بات سے لیا جاتا ہے۔"

بدشگونی کی دو قسمیں ہیں:

1 - شرک اکبر:

جب آدمی یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کو چھوڑ کر اسی کے اندر نفع یا نقصان ہے۔

2 - شرک اصغر:

جب آدمی یہ عقیدہ رکھے کہ یہ نفع یا نقصان پہنچانے کا سبب ہے لیکن وہ اسے مستقبل نہ سمجھے۔

ایک تنبیہ:

حدیثوں کے اندر بدشگونی کی مذمت اور نیک فال لینے کی تعریف آئی ہے، ان دونوں کے درمیان درج ذیل دو وجہوں سے فرق ہے:

1 - فال اچھی چیز ہے، اسے انسانی نفوس پسند کرتے ہیں، اور اس کے اندر بشارت ہوتی ہے۔

2 - فال ایسا کوئی سبب نہیں ہے جسے بنایا گیا ہو، اسے کسی چیز کے کرنے یا چھوڑ دینے کا سبب نہیں مانا جاتا ہے، یہ محرک اور مقوی ہوتا ہے برخلاف بدشگونی کے جو کہ مزعومہ اسباب میں آتا ہے، اور جس کی وجہ سے کسی چیز کو کیا یا چھوڑ دیا جاتا ہے۔

ساتواں مطلب:

ستاروں کے ذریعے بارش طلب کرنا

اس کے دو قسمیں ہیں:

1 - یہ عقیدہ رکھے کہ یہ ستارے فاعل موثر ہیں تو یہ شرک اکبر ہوگا۔

2 - یہ عقیدہ رکھے کا ان کا اثر اللہ کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ یہ مستقل ہے اس طرح یہ سبب ہو جائے گا اور یہ شرک اصغر ہے۔

آٹھواں مطلب:

غیر اللہ کی طرف نعمتوں کو منسوب کرنا:

جیسے کہ کوئی کہے کہ اگر فلاں نہ ہوتا تو ایسا نہ ہوتا، یا یہ کہے کہ یہ تو میرے پسینے کی کمائی ہے۔

اصل یہ ہے کہ تمام نعمتوں کو اللہ کی طرف منسوب کیا جائے؛ کیونکہ ساری نعمتیں اللہ کی طرف سے ہیں؛ اللہ تعالی نے فرمایا:(وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ)ترجمہ: تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں سب اسی کی دی ہوئی ہیں، اب بھی جب تمہیں کوئی مصیبت پیش آجائے تو اسی کی طرف نالہ و فریاد کرتے ہو[النحل:53]۔

اور نعمتوں کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنے کی کئی قسمیں ہیں:

1 -شرک اکبر:

جب کوئی اعتقاد رکھے کہ یہ نعمتیں غیر اللہ کی طرف سے مستقل طور پر ہیں یا وہ نعمتوں کو ایسے شخص کی طرف منسوب کرے جو کسی طرح کسی چیز کا مالک ہی نہ ہو جیسے کہ مُردے۔

2 -شرک اصغر:

جو کوئی نعمت کو کسی صحیح سبب کی طرف منسوب کرے مگر غیر اللہ کی طرف اس کا دل متوجہ ہو جیسے کہ اللہ تعالی نے فرمایاہے:(فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ)ترجمہ: پس اللہ کے لیے کسی قسم کے شریک نہ بناؤ، جب کہ تم جانتے ہو۔[البقرہ:22]۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:"الأنداد: هو الشرك، أخفى من دَبِيبِ النمل على صَفَاةٍ سوداء في ظلمة الليل، وهو أن تقول: لولا كليبة هذا لأتانا

اللصوص" انداد: یہ ایسا شرک ہے جو کہ سیاہ چٹان پر سیاہ رات میں چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے۔ اور جیسے کہ آپ کہیں: اگر یہ کتیا نہ ہوتی تو چور نہ آتے۔ اسے ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔

3 - نعمت کو اس کے حقیقی صحیح سبب کی طرف منسوب کیا جائے تو یہ جائز ہے مگر ضروری ہے کہ ساتھ میں دل منعم حقیقی جو کہ اللہ عزوجل ہے اس کی طرف مطمئن ہو، اور یہ بھی معلوم ہو کہ یہ بلاواسطہ جو حقیقی سبب ہے یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اسی کا انعام ہے تو یہ جائز ہے، اس کی دلیل صحیحین کے اندر سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جس میں آیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابو طالب کے بارے میں فرمایا تھا: (لَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ) ترجمہ: اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے نیچے کے طبقے میں رہتے۔ (صحیح بخاری:6208)۔

نواں مطلب:

تبرک

یعنی برکت طلب کرنا، برکت کہتے ہیں ثابت اور پائیدار ہونے، بڑھنے اور زیادہ ہونے کو۔

تبرک کی کئی قسمیں :

پہلی قسم: جائز تبرک، اور اس کی دو قسمیں ہیں:

1 - دنیاوی برکت: اور اس کی شرط یہ ہے کہ یہ بلاواسطہ ظاہری تجربے کی بنیاد پر ہو اور اس سے فائدہ اٹھانے میں کوئی شرعی ممانعت نہ پائی جائے جیسے کہ آمدورفت کے لیے گاڑیوں کی برکت سے فائدہ اٹھانا وغیرہ۔

2 - دینی برکت: اس سے مراد وہ برکت ہے جو شریعت سے ثابت ہو اور شارع نے اس کے ذریعے تبرک حاصل کرنے کی اجازت دی ہو، اور اس کی کئی شکلیں ہیں:

الف- وقت کی برکت جیسے کہ ماہ رمضان۔

ب- جگہ کی برکت جیسے کی مسجد حرام۔

ج- اشخاص کی برکت جیسے کہ رسول پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی ذات کی برکت اور جیسے کہ آب زمزم کی برکت۔

د- نیک اعمال کی برکت، اور اس سے مراد یہ ہے کہ ایک مسلمان اپنی عبادات کے ذریعے اجر و ثواب کو طلب کرے۔

دوسری قسم: ممنوع تبرک:

اور اس کی کئی قسمیں :

1 -شرک اکبر :

یہ کہ بندہ اعتقاد کرے کہ وہ جس کے ذریعے تبرک حاصل کر رہاہے وہی برکت دینے والا ہے حالانکہ وہ مخلوق ہے، اللہ کو چھوڑ کر مستقل طور پر اسی سے برکت کی امید رکھے تو یہ شرک اکبر ہے؛ اس لیے کہ برکت کا موجد اور اسے دینے والا صرف اللہ تعالی ہے جیسا کہ صحیح بخاری کے اندر سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے جس میں آیاہے کہ نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے کہ برکت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔

2 -شرک اصغر :

اور اس سے مراد یہ ہے کہ تبرک ایسی چیز سے حاصل کی جائے جس سے تبرک حاصل کرنے کے جواز پر کوئی شرعی دلیل نہ ہو۔

3 -اولیاء اور نیک بزرگوں سے تبرک حاصل کرنا :

ایسی بہت ساری دلیلیں وارد ہیں جو نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے حسی طور پر تبرک حاصل کرنے کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن، آپ کے بال، آپ کے پسینے، آپ کے کپڑے اور دیگر چیزوں کے ذریعے جو آپ سے متصل ہوں نہ کہ آپ کی قبر کے ذریعے۔

اور جہاں تک غیر نبی کا تعلق ہے جیسے کہ دیگر اولیاء اور نیک بزرگ لوگ تو اس بارے میں ایسی کوئی صحیح دلیل وارد نہیں ہوئی ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ ان کے جسموں سے یا ان کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز ہو بلکہ سلف کا عمل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔

اور اس غیر مشروع تبرک میں سے یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے بدن پر ہاتھ پھیرا جائے، ان کے کپڑوں پر ہاتھ پھیرا جائے، ان کے پینے کے بعد بچے ہوئے پانی کو پیا جائے حصول برکت کی خاطر، ان کی قبروں کو بوسہ دیا جائے، ان کی قبروں پر ہاتھ پھیرا جائے، ان کی قبروں کی مٹی لی جائے حصول برکت کی خاطر، اسی طرح ان کی قبروں کے

پاس اللہ کی عبادت کی جائے تبرک کی خاطر اور یہ عقیدہ ہو کہ یہاں پر اللہ کی عبادت کرنا زیادہ افضل ہے اور یہ کہ یہ عبادت قبول ہونے کا سبب ہے اور یہ کہ یہاں پر دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔

4 - زمان و مکان اور دیگر اشیاء سے تبرک حاصل کرنا کہ جن کے تعلق سے شریعت میں کوئی دلیل وارد نہ ہو، جیسے کہ جبل ثور، غار حرا اور جبل عرفات وغیرہ۔ چنانچہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ان جگہوں کی زیارت کا قصد اس لیے کرے کہ وہاں وہ جاکر عبادت کرے گا یا ان میں سے کسی چیز پر ہاتھ پھیرے گا تبرک کی خاطر، سو معلوم رہے کہ مذکورہ تمام چیزوں کی حرمت پر اہل علم کا اجماع ہے۔

اسی طرح ممنوع تبرک میں سے یہ بھی ہے کہ بعض راتوں یا بعض ان ایام سے تبرک حاصل کیا جائے جن کے اندر کچھ عظیم حوادث پیش آئے ہوں جیسے کہ وہ رات جس کے اندر اسرا اور معراج کا واقعہ پیش آیا، اور اسی طرح اور دوسری چیزیں۔ 5- افضل جگہوں اور افضل چیزوں سے برکت حاصل کرنا جبکہ شریعت میں اس کے لیے کوئی دلیل نہ ہو جیسے کہ ایسی جگہوں سے اور اسے اوقات سے اور ایسے اشخاص سے تبرک حاصل کرنا کہ شریعت میں اس کی فضیلت تو آئی ہو اور اس کی برکت پر دلالت بھی کرتی ہو مگر اس کے لیے کچھ ایسی عبادتیں یا تبرکات خاص کر دیئے جائیں جن کا شریعت میں کوئی ذکر نہ ہو جیسے کہ رمضان کی ستائیسویں رات کے لیے عمرہ کا خاص کرنا اور جیسے کہ کوئی خانہ کعبہ کی دیوار کو بوسہ دے یا اس پر ہاتھ پھیرے وغیرہ وغیرہ۔

دسواں مطلب:

جادو

اس کی دو قسمیں ہیں:

1 - دھاگوں کے ذریعے گانٹھ لگانا اور رقیہ کرنا یعنی کچھ چیزوں کا پڑھنا اور جادوئی طلسم وغیرہ کہ جن کے ذریعے جادوگر شیاطین کو ایسے کاموں میں استعمال کر سکے جن کے ذریعے وہ اس شخص کو نقصان پہنچا سکے جس پر جادو کیا گیا ہے۔

2 - کچھ ایسی دوائیں اور جڑی بوٹیاں جو اس شخص کے بدن اور اس کی عقل و ارادے پر برا اثر کرے جس پر جادو کیا گیا ہے؛ چنانچہ آپ اسے ادھر ادھر مائل ہوتے ہوئے اور بے جا تصرف کرتے ہوئے دیکھ رہے ہوں، اسی کو صرف اور عطف کہتے ہیں، صرف یعنی دل کو پھیر دینا اور جدائی پیدا کر دینا اور عطف یعنی دل کو مائل کر دینا یعنی محبت پیدا کر دینا، اسی سے تِوَلہ ہے یعنی عورت اور اس کے شوہر کے درمیان محبت پیدا کرنے کے لیے جادو کرنا اور اس کے برعکس بھی۔

جادو کے تعلق سے اہل السنہ والجماعہ کا مذہب یہ ہے کہ جادو کی ایک حقیقت ہے جس کے ذریعے آدمی بیمار بھی ہو سکتا ہے اور اس کے ذریعے مر بھی سکتا ہے، اور جادو میں سے کچھ محض تخیل ہوتے ہیں، چنانچہ دیکھنے والے کو ایسا خیال ہو سکتا ہے کہ وہ آگ میں جا رہا ہے یا یہ کہ وہ اپنے آپ کو چاقو سے مار رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔

جادو کے موثر ہونے کی دلیل اللہ تعالی کا یہ قول ہے:(فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ) ترجمہ: پھر وہ ان دونوں سے وہ چیز سیکھتے جس کے ساتھ وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے۔(البقرہ:102)۔

اور اسی طرح یہ ثابت ہے کہ نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا تھا یہاں تک کہ آپ کو خیال ہوتا کہ آپ کچھ کر رہے ہیں حالانکہ کچھ نہیں کر رہے ہوتے۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جادوگر کسی بھی چیز کی حقیقت کو بدل نہیں سکتا؛ کیونکہ اس پر اللہ کے سوا اور کوئی قادر نہیں ہے؛ چنانچہ ایک جادوگر اس بات پر قادر نہیں ہے کہ وہ پتھر کو سونا بنادے۔

جادوگر کے کفر کا مسئلہ :

اس مسئلے میں علماء کی دو رائے ہے :

پہلی رائے: جادوگر کافر ہے، اور یہی اکثر اہل علم کی رائے ہے، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ قول ہے:(وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ)ترجمہ:اور سلیمان نے کفر نہیں کیا اور لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔(البقرہ:102)۔

دوسری رائے جو کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی ہے اس کے اندر تفصیل ہے؛ چنانچہ جادوگر سے کہا جائے گا کہ تم اپنے جادو کے بارے میں بتلاؤ سو اگر وہ اس جادو کے بارے میں کوئی ایسی چیز بیان کرے جس سے کفر لازم آئے تو اس بنیاد پر وہ کافر ہو گا ورنہ نہیں ہو گا جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ نے اپنی اس لونڈی کو قتل نہیں کیا تھا جس نے آپ پر جادو کر دیا تھا۔

اس بنیاد پر جادو کی دو قسمیں ہوتی ہیں:

1 - کفریہ جادو: اور یہ وہ جادو ہے جو شیاطین کے واسطے سے کیا جاتا ہے۔

2 - وہ جادو جس کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے، اور یہ وہ جادو ہے جو جڑی بوٹیوں اور دیگر دواؤں کے واسطے سے کیا جاتا ہے۔

جادوگر کے قتل کرنے کا مسئلہ :

اس بارے میں راجح یہی ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا، یہی امام مالک اور امام احمد کا مذہب ہے، اس کی دلیل درج ذیل یہ حدیث ہے:

عن بَجَالَةَ، قال: جَاءَنَا كِتَابُ عُمَرَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ اقْتُلُوا كُلَّ سَاحِرٍ، فَقَتَلْنَا فِي يَوْمٍ ثَلَاثَةَ سَوَاحِرَ.

ترجمہ: ہمارے پاس عمر رضی اللہ عنہ کا خط ان کی وفات سے ایک سال پہلے آیا (اس میں لکھا تھا کہ): ”ہر جادوگر کو قتل کر ڈالو، تو ہم نے ایک دن میں تین جادوگر مار ڈالے۔ (بخاری وابوداؤد احمد)۔

اسی طرح ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے اپنی اس لونڈی کو قتل کر دیا تھا جس نے آپ پر جادو کر دیا تھا۔

جادو کو توڑنے کا مسئلہ:

جادو کو توڑنے کی دو قسمیں ہیں:

1 - یہ کہ یہ قرآن اور جائز دعاؤں کی روشنی میں ہو تو یہ جائز ہے جیسا کہ نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان رقیوں میں کوئی حرج نہیں ہے جن میں شرک نہ پایا جائے۔

2 - اگر جادو کو جادو سے توڑا جائے تو یہ شرک ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے :

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ:" سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النُّشْرَةِ؟، فَقَالَ: هُوَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ."

ترجمہ: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نشرہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”یہ شیطانی کام ہے“۔ (سنن ابی داود:3868)۔

اس حدیث کے موقوف اور مرفوع ہونے میں اختلاف ہے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح موقوف روایت پائی جاتی ہے جسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر اور اسی طرح امام بیہقی نے نقل کیا ہے۔

(وضاحت: نشرہ ایک منتر ہے جس سے آسیب زدہ لوگوں کا علاج کیا جاتا ہے۔

جن یا جادو اُتارنے کے لیئے شرکیہ اور جاہلانہ منتر پڑھنا پڑھوانا نشرہ کہلاتا ہے جو حرام اور ناجائز ہے۔

اس مقصد کے لیئے آیتِ قرآنیہ ماثور دُعائیں اور مسنون اذکار اختیار کیئے جائیں جو جائز اور مطلوب عمل ہے، جیسے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو ہوا تو معوذتین (قل أعوذ برب الفلق) اور (قل أعوذ برب الناس) نازل کی گئیں تھیں۔ مترجم)۔

جادوگر کے توبہ کا مسئلہ:

کیا جادوگر کے لیے کوئی توبہ ہے؟ اس بارے میں اہل علم کے دو اقوال ہیں:

پہلا قول: اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، یہی حنابلہ کا مشہور مذہب ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، اور جہاں تک باطن کا تعلق ہے تو یہ اس کے اور اللہ کے درمیان کا معاملہ ہے۔

دوسرا قول: اس کی توبہ قبول کی جائے گی، اللہ تعالی کے اس قول کی عمومیت سے استدلال کرتے ہوئے: (قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ) ترجمہ: کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بالیقین اللہ تعالی سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے [الزمر: 53]۔

اور یہ کہنا کہ اس کی توبہ قبول کی جائے گی اس کے لیے ضروری ہے کہ ایسے قرائن پائے جائیں جو اس کے توبہ کی سچائی اور اس کے باطن کی اصلاح پر دلالت کرتے ہوں۔

جادوگروں کے پاس آنے کا مسئلہ :

اس کی کئی قسمیں ہیں:

1 - جادوگر کے پاس آئے اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہ وہ مطلق طور پر غیب کے امور کی جانکاری رکھتا ہو یا مطلق طور پر نہ سہی مگر اضافی طور پر وہ غیب کی باتیں جاننے کی تصدیق کرتا ہو جیسے کہ جادو کی جگہ اور گمشدہ چیز کی جگہ کا علم رکھنا وغیرہ، لیکن وہ یہ عقیدہ نہ رکھے کہ شیاطین اسے خبر دیتے ہیں تو یہ بھی کفر اکبر ہے؛ کیونکہ علم غیب یہ صرف اللہ کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:(وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ) ترجمہ: اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔(الانعام:59)۔

2 - جادوگر کے پاس آئے اور اضافی طور پر اس کے علم غیب کی تصدیق بھی کرے جیسے کہ جادو کی جگہ اور گمشدہ چیز کی جگہ کی جانکاری وغیرہ، اور ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی رکھے کہ شیاطین انہیں اس کی خبر دیتے ہیں تو اس کے لیے دو سزا ہے:

الف- اس کی 40 / دن نماز قبول نہیں ہوتی ہے۔

ب- نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ شریعت کے ساتھ کفر کرنا جو کہ کفر اصغر ہے۔

3 - جادوگر کے پاس یوں ہی آجائے مگر اس کی تصدیق نہ کرے، تو یہ بھی حرام ہے سد ذریعہ کے طور پر، اور اس کی دلیل درج ذیل یہ حدیث ہے:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ ، قَالَ: قلت: يا رسول الله : وَإِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَأْتُونَ الْكُهَّانَ، فقَالَ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: فَلَا تَأْتِهِمْ .

ترجمہ: سیدنا معاویہ بن حکم سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کچھ لوگ کاہنوں (پیش گوئی کرنے والے پنڈت ونجومی) کے پاس جاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”توان کے پاس نہ جا۔“ (صحیح مسلم: 537)۔

4 - جادوگر کے پاس آئے مقصد کچھ سوال کرنا ہو بطور امتحان کے اور اس کے باطنی امور کا اندازہ کرنا ہو اور تاکہ وہ اس کی سچائی اور جھوٹ کا پتہ لگا سکے تو یہ جائز ہے جیسا کہ صحیحین کے اندر آیا ہے :

أن النبي صلى الله عليه وسلم سأل ابن صياد : مَاذَا تَرَى؟ , قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ: يَأْتِينِي صَادِقٌ , وَكَاذِبٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ماذا ترى؟ قال : ارى عرشا على الماء، ثُمَّ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئًا، فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ: هُوَ الدُّخُّ، فَقَالَ: اخْسَأْ، فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ، فإنما أنت من إخوان الكهان .

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن صیاد سے پوچھا: تجھے کیا دکھائی دیتا ہے؟ ابن صیاد بولا کہ میرے پاس سچی اور جھوٹی دونوں خبریں آتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو کیا دیکھتا ہے؟ کہا کہ میں پانی پر تخت دیکھتا ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اچھا میں نے ایک بات دل میں رکھی ہے وہ بتلا۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الدخان کی آیت کا تصور کیا "فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین" ابن صیاد نے کہا وہ دخ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چل دور ہو تو اپنی بساط سے آگے کبھی نہ بڑھ سکے گا۔ تو کاہنوں کا دوست ہے۔

پانچویں فصل

شرکیہ الفاظ

پہلا مطلب:

غیر اللہ کی قسم کھانا

قسم کہتے ہیں کسی چیز کی تاکید کرنا اللہ کے نام یا اس کی صفت کا ذکر کرکے شروع میں قسم کے حروف میں سے کسی حرف کے ذریعے۔

اور قسم کھانا بھی ایک عبادت ہے جسے غیر اللہ کی طرف پھیرنا بالکل جائز نہیں ہے؛ چنانچہ غیر اللہ کی قسم کھانا حرام ہے جیسا کہ حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَهُوَ يَسِيرُ فِي رَكْبٍ، يَحْلِفُ بِأَبِيهِ، فَقَالَ:" أَلَا إِنَّ اللَّهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللَّهِ، أَوْ لِيَصْمُتْ."

ترجمہ: سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو وہ سواروں کی ایک جماعت کے ساتھ چل رہے تھے اور اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبر دار تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہیں باپ دادوں کی قسم کھانے سے منع کیا ہے، جسے قسم کھانی ہے اسے (بشرط صدق) چاہئے کہ اللہ ہی کی قسم کھائے ورنہ چپ رہے۔ (متفق علیہ)۔

اس کی دو قسمیں ہیں:

1 - مجرد غیر اللہ کی قسم کھانا خواہ جس کی قسم کھائی جارہی ہو وہ نبی ہو یا کوئی ولی بزرگ ہو یا کعبہ ہو یا کوئی اور چیز، اگر کوئی بغیر کسی عقیدہ کے مجرد غیر اللہ کی قسم کھاتا ہے تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اس طرح قسم کھانے والا شرک اصغر میں واقع ہوتا ہے۔

2 - غیر اللہ کی قسم کھانے والا اس مخلوق کی عظمت کا عقیدہ رکھے جس کی وہ قسم کھارہا ہے اسی طرح جیسے کہ اللہ تعالی کی عظمت کا عقیدہ رکھتا ہے جیسا کہ بہت سارے صوفیاء کرتے ہیں تو یہ شرک اکبر ہے۔

دوسرا مطلب:

اللہ تعالی اور اس کے کسی مخلوق کو کسی ایسے معاملے میں ایک ساتھ شریک کرنا کہ جس کے کرنے پر مخلوق قادر ہو

اس کی کئی قسمیں ہیں:

1 - یہ کہ اس معاملے کو صرف اللہ کی طرف منسوب کیا جائے، اور یہی کامل اخلاص ہے اور اسی میں شرک سے پورے طور پر برات کا اظہار ہے۔

2 - حرف ثم کے ذریعے عطف کیا جائے، اور یہ جائز ہے جیسے کہ یہ کہنا (ماشاء اللہ ثم ماشاء زید)۔

3 - حرف واو کے ذریعے عطف کرنا جیسے کہ کوئی کہے (ماشاء اللہ وشئت) جو اللہ چاہے اور جو آپ چاہیں، یا یہ کہے کہ میرے لیے نہیں ہے کوئی سوائے اللہ کے اور آپ کے، یا یہ کہے کہ مجھے صرف اللہ سے اور آپ سے امید ہے، اور کہنے والا یہ عقیدہ رکھے کہ اس نے لفظ جلالہ پر جس کو معطوف کیا ہے وہ تبعیت کی سبیل سے ہے نہ کہ استقلال کی سبیل سے، اور یہ کہ جو مقدر کرنے والا خالق ہے وہ صرف اللہ ہے، تو یہ بھی شرک اصغر ہو گا۔

4 - یہ بھی مذکورہ قسم ہی کی طرح ہے، مگر اس میں یہ عقیدہ رکھے کہ غیر اللہ استقلال کے طور پر اس میں شریک ہے، تو یہ شرک اکبر ہو گا۔

تیسرا مطلب:

ایسے اسماء جن کے اندر ایسی تعظیم پائی جائے جو صرف اللہ عزوجل ہی کے لیے لائق اور زیبا ہو

ایسے اسماء جن کے اندر ایسی تعظیم پائی جائے جو صرف اللہ عزوجل ہی کے لیے لائق اور زیبا ہو جیسے کہ (بادشاہوں کا بادشاہ)، (سلطانوں کا سلطان)، (قاضیوں کا قاضی) جیسے القاب تو یہ حرام ہے، جیسا کہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے :

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" أَخْنَى الْأَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللَّهِ رَجُلٌ تَسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ."

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے بدترین نام اس کا ہوگا جو اپنا نام ملک الاملاک (شہنشاہ) رکھے۔" (متفق علیہ)۔

چوتھا مطلب:

وہ اسماء جن کے ذریعے اللہ نے خود اپنا نام رکھا ہو

اللہ تعالی کے ناموں کی دو قسمیں ہیں:

1 -وہ قسم جو صرف اللہ تعالی کے لیے خاص ہو جیسے کہ لفظ جلالہ (اللہ)، رحمن، رب العالمین وغیرہ، چنانچہ اس طرح کے نام کسی بھی صورت میں غیر اللہ کے لیے رکھنا جائز نہیں ہے، اگر کوئی ایسا رکھتا ہے تو یہ شرک ہو گا۔

2 -ایسے اسماء جو صرف اللہ تعالی کے لیے خاص نہ ہو جیسے کہ رحیم اور حکم وغیرہ، تو ایسی صورت میں ایسے ناموں کے ساتھ غیر اللہ کا نام رکھنا جائز ہے اس شرط کے ساتھ کہ اس سے محض نام مقصود ہو صفت اور معنی مقصود نہ ہو۔

پانچواں مطلب:

غیر اللہ کے لیے ایسے اسماء جو عبادت کے معنی میں ہو

جیسے کہ آقا اپنے غلام سے کہے: اے میرے بندے، اور اپنی لونڈی سے کہے: اے میری بندی، یا کوئی دوسرا کسی غلام سے کہے کہ تو فلاں کا بندہ ہے، اور اسی طرح غلام اپنے آقا سے کہے: میرے مالک یا میری مالکن، تو یہ سب مکروہ ہے۔

اور اسی میں سے درج ذیل ناموں میں شرک کرنا بھی ہے جیسے کہ عبد عمرو، عبد تمیم، عبد الکعبہ، عبد الحسین، عبد الرسول اور اس طرح کے دیگر نام جن کے اندر غیر اللہ کے لیے بندگی والا نام پایا جائے، تو یہ شرک ہے؛ کیونکہ ان کے اندر غیر اللہ کے حق میں بندگی اور عبادت کو لے کر اللہ کی مشابہت پائی جاتی ہے۔

چھٹا مطلب:

نچھتروں کے ذریعے بارش طلب کرنا

استسقاء بارش طلب کرنے کو کہتے ہیں اور نچھتر کہتے ہیں چاند کے منازل کو اور نچھتروں کے ذریعے بارش طلب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم بارش کے نزول کو نچھتر یعنی چاند کے منزل کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ جس کے اندر وہ بارش نازل ہوتی ہے تو یہ شرک ہے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلَى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ:" أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ."

ترجمہ: سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں ہم کو صبح کی نماز پڑھائی۔ رات کو بارش ہو چکی تھی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا معلوم ہے تمہارے رب نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ لوگ بولے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پروردگار فرماتا ہے آج میرے دو طرح کے بندوں نے صبح کی۔ ایک مومن ہے ایک کافر۔ جس نے کہا اللہ کے فضل و رحم سے پانی پڑا وہ تو مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں کا منکر ہوا اور جس نے کہا فلاں تارے کے فلاں جگہ آنے سے پانی پڑا اس نے میرا کفر کیا، تاروں پر ایمان لایا۔ (صحیح بخاری:1038)۔

یہ کہنا کہ بارش فلاں نچھتر کی وجہ سے ہوئی ہے تو اس کے کئی اقسام ہیں:

1 – یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے علاوہ فلاں نچھتر بارش نازل کرنے والا ہے تو یہ کفر اور شرک اکبر ہو گا۔

2 - یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کی تقدیر کے ساتھ بارش کے نازل کرنے کا یہ سبب ہے،تو یہ شرک اصغر ہو گا۔

3 - اس کا مقصد صرف وقت ہو، گویا وہ یہ کہنا چاہتا ہو کہ فلاں نچھتر کے وقت میں ہم کو بارش ہوئی ہے، اور اس کے علاوہ کوئی شرکیہ عقیدہ نہ رکھے تو یہ جائز ہے۔

ساتواں مطلب:

زمانے کو برا بھلا کہنا

سب دہر زمانے کو برا بھلا کہنے کو کہتے ہیں جیسے کہ کوئی کہے: زمانے کا برا ہو کہ جس نے ہمارے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا، یا کوئی کہے کہ اس زمانے پر اللہ کی لعنت ہو جس میں ہم جی رہے ہیں۔ تو اس طرح برا بھلا کہنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے جیسا کہ صحیحین میں آیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ، يَقُولُ: يَا خَيْبَةَ الدَّهْرِ، فَلَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ: يَا خَيْبَةَ الدَّهْرِ، فَإِنِّي أَنَا الدَّهْرُ، أُقَلِّبُ لَيْلَهُ وَنَهَارَهُ، فَإِذَا شِئْتُ قَبَضْتُهُمَا."

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا: "اللہ عزوجل فرماتا ہے، ابن آدم مجھے اذیت پہنچاتا ہے، یوں کہتا ہے، ہائے زمانے کی ناکامی ونامرادی، اس لیے تم میں سے کوئی نہ کہے، اے زمانے کی ناکامی! کیونکہ زمانے کا انتظام کرنے والا میں ہوں، اس کے رات اور دن کو گردش دیتا ہوں اور جب چاہوں گا دونوں کو قبض کرلوں گا۔" (متفق علیہ)۔

اور اس کی کئی قسمیں ہیں:

1 - زمانے کو برا بھلا کہے یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کہ زمانہ ہی اصل فاعل ہے اللہ کے سوا تو یہ شرک اکبر ہوگا۔

2 - زمانے کو برا بھلا کہے لیکن اس کی تاثیر اور فعالیت کا عقیدہ نہ رکھے تو یہ بھی حرام ہے۔

3 - وہ محض خبر کا ارادہ رکھے جیسے کہ یہ کہنا کہ آج گرمی کا دن ہے، یہ بہت ہی سخت سال ہے وغیرہ، اور اسی سے اللہ کا قول ہے جسے اللہ تعالی نے یوسف علیہ السلام کی زبانی نقل کیا ہے: (ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ) ترجمہ: اس کے بعد سات سال نہایت سخت قحط آئیں گے۔ (یوسف: 48)۔

سو اس حالت کو زمانے کو برا بھلا کہنے میں شامل نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے تقسیم کی تکمیل کے طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔

آٹھواں مطلب:

شکوی وشکایت

اس کی دو قسمیں ہیں:

1 - یہ کہ شکوہ اور شکایت اللہ تعالی سے کی جائے تو یہ صبر جمیل کے منافی نہیں ہے، اور اسی میں ایوب علیہ السلام کا یہ قول بھی آئے گا جسے اللہ تعالی نے نقل کیا ہے:(وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ) ترجمہ: ایوب (علیہ السلام) کی اس حالت کو یاد کرو جبکہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے[الانبیاء:83]۔

2 - شکوی وشکایت مخلوق سے کی جائے، اس کی دو قسمیں ہیں:

الف- حرام شکایت، اگر وہ تقدیر سے ناراضگی کے طور پر ہو۔

ب- جائز شکایت، اگر وہ خبر دینے کے باب سے ہو تقدیر سے ناراضگی کے طور پر نہ ہو جیسے کہ طبیب یا حکیم سے شکایت کرنا یا ایسے شخص کے پاس شکایت لے جانا جو معاملے کو حل کر سکے۔

آہیں بھرنے کی دو قسمیں ہیں:

1 - آہیں بھرنا شکایت اور جزع فزع کے طور پر تو یہ مکروہ ہے۔

2 - آہیں بھرنا آرام اور راحت کے طور پر تو یہ مکروہ نہیں ہے۔

چھٹی فصل:

ولاءوبراء، بدعت اور تکفیر

پہلا مطلب:

ولاءوبراء

ولاءوبراءواجب ہے، اور یہ دونوں عظیم اصول ایمان میں سے ہیں۔

ولاء کہتے ہیں مومنوں سے محبت کرنے کو ان کے ایمان اور ان کی مدد کی وجہ سے، اور اس کی وجہ سے مومنوں کے بہت سارے حقوق لازم ہوتے ہیں۔

ہاں اگر کوئی کبیرہ گناہوں پر مصر ہے تو اس سے محبت کی جائے گی اس کی نیکیوں کے بقدر اور اس سے بغض رکھا جائے گا اس کے معاصی اور گناہوں کے بقدر۔

اور ایک گنہگار مسلمان سے محبت کا یہ تقاضہ ہے کہ اس کا بائیکاٹ کیا جائے اگر اس کا بائیکاٹ کرنا مفید ہو یعنی وہ اس کی وجہ سے گناہوں کو چھوڑ دے گا۔

اسی طرح ایک مسلمان سے محبت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ وہ اس کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ رکھے اور اسے بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔

اسی طرح ایک گنہگار مسلمان سے محبت کا یہ بھی تقاضہ ہے کہ اس پر حدود اور تعزیرات کو قائم کیا جائے تا کہ وہ توبہ کرے اور گناہوں سے باز آئے۔

اور اسی طرح وہ شخص جو نفاق سے متہم ہو تو اس سے اسی قدر محبت کی جائے گی جتنا وہ خیر کو ظاہر کرے اور اس سے بغض اور دشمنی رکھی جائے گی اسی قدر جتنا وہ خباثت اور برائی کو ظاہر کرے، لیکن اگر اس کا نفاق واضح ہو جائے اور اس پر نفاق کا حکم لگ جائے تو ایسی صورت میں دیگر کافروں کی طرح اس پر بھی ولاء اور براء کا حکم لگایا جائے گا۔

اور جہاں تک جہمیہ، قدریہ، رافضہ، اشاعرہ، خوارج اور شیعہ زیدیہ جیسے بدعتیوں کا تعلق ہے تو ان کی تین قسمیں ہیں:

1 - ان میں جو اپنی بدعت کا داعی ہو یا اس کا اظہار کرنے والا ہو، اور اس کی بدعت مکفرہ نہ ہو تو ایسی صورت میں اس سے بغض اور دشمنی کی جائے گی اس کی بدعت کے بقدر ہے اور اسی طرح اس سے بائیکاٹ کیا جائے گا اور اس سے دشمنی کی جائے گی اگر اس کی بنیاد پر کوئی بڑا مفسدہ مرتب نہ ہو، اور یہ اہل علم کے یہاں متفق علیہ ہے؛ چنانچہ ایسے بدعتی کی مجلس میں جانا اور اس سے بات کرنا بلا ضرورت جائز نہیں ہے الا یہ کہ مقصد اسے دعوت دینا اور اسے نصیحت کرنا ہو۔

2 - وہ بدعتی جس کی بدعت مکفرہ ہو جیسے کہ وہ غالی صوفیا جو مردوں کو اور پیروں بزرگوں کو پکارتے ہیں، اور اسی طرح وہ شیعہ امامیہ جن کا یہ گمان ہے کہ قرآن محرف ہے تو ایسے بدعتیوں پر اگر حجت قائم ہو جائے اور ان کے کفر کا فیصلہ ہو جائے تو ایسی صورت میں ولاء اور براء کے باب میں ان کا بھی حکم بقیہ کفار کی طرح ہو گا۔

3 - وہ بدعتی جو اپنی بدعت کو چھپاتا ہو اور اس کی طرف دعوت نہ دیتا ہو اور نہ ہی وہ گمراہیوں میں ملوث ہو اور نہ ہی وہ گمراہوں کی مدح سرائی کرتا ہو اور نہ ہی وہ شبہات پیدا کرتا ہو تو ایسی صورت میں اس کا حکم اس گنہگار مسلم کی طرح ہو گا جو اپنی معصیت کو چھپاتا ہے، چنانچہ ایسی صورت میں اس کی مجلس میں بیٹھنا اور اس سے سلام کرنا جائز ہے، اس کا بائیکاٹ نہیں کیا جائے گا، البتہ یہ ثابت ہے کہ ایسے بدعتیوں کا بھی بہت سارے سلف نے بائیکاٹ کیا ہے انہیں نصیحت کرنے کے بعد۔

براء: براء کہتے ہیں اللہ کے دشمنوں سے بغض اور براءت کا اظہار کرنا، ان سے دشمنی کرنا اور ان سے دوری اختیار کرنا اور ان میں جو لڑائی کے لیے تیار ہوں ان سے حسب استطاعت جہاد کرنا۔

کفار کی کئی قسمیں ہیں:

1 - معاہد کافر:

اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن کے اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ ہو، جیسے کہ ہمارے اس دور کے کافر ممالک کے وہ کفار جن کے اور مسلم حاکم کے درمیان معاہدے اور سفارتی تعلقات ہوں۔

2 - ذمی کافر:

اس سے وہ کفار مراد ہیں جن سے مسلمانوں نے مصالحت کر رکھی ہو اس بات پر کہ وہ مسلمانوں کو جزیہ دیں گے اور وہ ان کے ماتحت رہیں گے اور وہ اسلام کے احکام کی پابندی کریں گے ان چیزوں میں جن کی حرمت کا وہ اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کے جان ومال کی حفاظت کی جائے گی۔

3 - امان یافتہ کافر:

اس سے وہ کفار مراد ہیں جو بلاد اسلام میں وقتی طور پر آتے ہیں یا تو حکام کی اجازت سے یا رعایا میں سے کسی کی اجازت سے ارشاد باری تعالی ہے:(وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ)ترجمہ:اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو تو اسے پناہ دے دے یہاں تک کہ وہ کلام اللہ سن لے پھر اسے اپنی جائے امن تک پہنچا دے۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ بے علم ہیں[التوبہ:6]۔

اس سے جزیرۃ العرب مستثنی ہے چنانچہ وہاں پر کافروں کا داخل ہونا جائز نہیں ہے سوائے ضرورت کے، وہاں پر انہیں سکونت اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہوگی جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آیا ہے کہ نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (جزیرۃ العرب سے مشرکین کو نکال دو) متفق علیہ۔

اس بنیاد پر یہ بالکل جائز نہیں ہے کہ جزیرۃ العرب میں کافروں کو مزدوری کے لیے بلایا جائے اگر مسلمانوں سے وہ ضرورت پوری ہو رہی ہو۔

4 - حربی کافر:

اس سے مراد مذکورہ تینوں قسم کے کافروں کے علاوہ ہیں، حربی کفار سے مسلمانوں کا جہاد اور قتال کرنا جائز ہے اگر اس کی طاقت ہو، ارشاد باری تعالی ہے:(فَإِنْ لَمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوا أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأُولَئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا)ترجمہ: پس اگر یہ لوگ تم سے کنارہ کشی نہ کریں اور تم سے صلح کا سلسلہ جنبانی نہ کریں اور اپنے ہاتھ نہ روک لیں، تو انہیں پکڑو اور مار ڈالو جہاں کہیں بھی پالو! یہی وہ ہیں جن پر ہم نے تمہیں ظاہر حجت عنایت فرمائی ہے [النساء: 91]۔

غیر کفریہ حرام دوستی درج ذیل چند چیزوں کو شامل ہے:

1 - کافروں سے محبت کرنا اور انہیں دوست بنانا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:(قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ) ترجمہ: (مسلمانو!) تمہارے لیے حضرت ابراہیم میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے، جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں۔ ہم تمہارے (عقائد کے) منکر ہیں جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ ہم میں

تم میں ہمیشہ کے لیے بغض وعداوت ظاہر ہوگئی لیکن ابراہیم کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لیے استغفار ضرور کروں گا اور تمہارے لیے مجھے اللہ کے سامنے کسی چیز کا اختیار کچھ بھی نہیں۔ اے ہمارے پروردگار تجھی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے [الممتحنہ:4]۔

2 -کافروں کی مشابہت اختیار کرنا ایسی چیزوں میں جو ان کے ساتھ خاص ہو جس کے ذریعے کفار مسلمانوں سے ممتاز ہوں ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ)ترجمہ:اور ان کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔(الحدید:16)۔

3 -انہیں چھوڑ دیا جائے اس طور پر کہ وہ اپنے دین کے شعائر کا اظہار کریں جیسے کہ عبادات، تیوہار اور دیگر معاصی۔

4 -انہیں بلاد مسلمین میں گرجاگھر اور دیگر عبادت خانے بنانے کی آزادی دے دی جائے۔

5 -انہیں وزیر اور رازداں بنانا ارشاد باری تعالی ہے:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ)ترجمہ:اے ایمان والو!تم اپنا دلی دوست ایمان والوں کے سوا اور کسی کو نہ بناؤ۔(تم تو) نہیں دیکھتے دوسرے لوگ تمہاری تباہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، وہ تو چاہتے ہیں کہ تم دکھ میں پڑو ان کی عداوت تو خود ان کی زبان سے بھی ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ بہت زیادہ ہے، ہم نے تمہارے لئے آیتیں بیان کردیں[آل عمران:118]۔

6 -ان کے ساتھ ایک ہی گھر میں سکونت اختیار کرنا۔

7 -انکے تہواروں پر انہیں مبارکباد دینا جیسے کہ کرسمس کا تہوار۔

غیر حربی کافروں کے تئیں مسلمانوں پر کیا واجب ہے؟

1 - اگر وہ بلاد اسلام میں ہوں تو انہیں تحفظ فراہم کیا جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے :(وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ) ترجمہ: اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو تو اسے پناہ دے دے یہاں تک کہ وہ کلام اللہ سن لے پھر اسے اپنی جائے امن تک پہنچادے۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ بے علم ہیں[التوبہ:6]۔

2 - ہر حال میں عدل و انصاف سے کام لینا خواہ معاملہ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان ہو یا انہی کے درمیان آپس کا ہو ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ) ترجمہ: کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کردے، عدل کیا کرو جو پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے[المائدہ:8]۔

3 - انہیں اسلام کی طرف دعوت دینا؛ کیونکہ کافروں کو اسلام کی دعوت دینا تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے۔

4 - یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں کو ان کے دین بدلنے پر مجبور کرنا حرام ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ) ترجمہ: دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت ضلالت سے روشن ہو چکی ہے۔(البقرہ:256)۔

5 - ان پر کسی طرح کا ظلم اور زیادتی کرنا مسلمانوں پر حرام ہے جیسا کہ ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عنه، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا."

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جس نے کسی ذمی کو (ناحق) قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔ حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی راہ سے سونگھی جا سکتی ہے۔“(صحیح بخاری:3166)۔

6 - ان کے ساتھ فریب اور دھوکہ دہی کرنا بھی مسلمانوں پر حرام ہے۔

7 - ان میں سے کسی کے ساتھ بھی برا سلوک کرنا یہ بھی مسلمانوں پر حرام ہے۔

8 - مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ کافر کے سلام کا جواب دے، چنانچہ کافر اگر مسلمان پر سلام کرے اور (السلام علیکم) کہے تو اس کے جواب میں مسلمان صرف (وعلیکم) کہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے :

عن أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ:" مَرَّ يَهُودِيٌّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: السَّامُ عَلَيْكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَعَلَيْكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَدْرُونَ مَا يَقُولُ؟ قَالَ: السَّامُ عَلَيْكَ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا نَقْتُلُهُ؟، قَالَ: لَا، إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ، فَقُولُوا وَعَلَيْكُمْ."

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا کہنے لگا "السام علیک" یعنی تم مرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں صرف "وعلیک" کہا (تو بھی مرے گا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم کو معلوم ہوا، اس نے کیا کہا؟ اس نے "السام علیک" کہا۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! (حکم ہو تو) اس کو مار ڈالیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں۔ جب کتاب والے یہود اور نصاریٰ تم کو سلام کیا کریں تو تم بھی یہی کہا کرو "وعلیکم"۔ (متفق علیہ)۔

البتہ مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کافر سے سلام کرنے میں پہل کرے ہاں یہ جائز ہے کہ ایک مسلمان تالیف قلب کے طور پر کافر سے نرم گفتگو کرے اور اس کی خاطر تواضع کرے، چنانچہ اسے اس کی کنیت کے ساتھ پکارے، اس کے اور اس کی اولاد کے احوال کے بارے میں جانکاری حاصل کرے، اسکی خیریت دریافت کرے اور ملاقات کے وقت خوش آمدید جیسے الفاظ کہے۔

کافر کے ساتھ تعامل اور برتاؤ کرتے وقت مسلمان کے لیے کیا مستحب اور جائز ہے؟ 1- کافروں کو اجرت پر رکھنا اور خدمت کے طور پر انہیں استعمال کرنا جائز ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں آیا ہے نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقع پر عبداللہ ابن اریقط کو اجرت پر استعمال کیا تھا جب کہ وہ کافر تھے۔

2 - محتاج کافروں کے ساتھ احسان اور بھلائی کرنا مسلمانوں کے لیے مستحب اور جائز ہے جیسے کہ کفار فقراء پر صدقہ و خیرات کرنا اللہ تعالی کے اس قول کی عمومیت سے استدلال کرتے ہوئے: (وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ) ترجمہ: اور سلوک واحسان کرو، اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے[البقرہ: 195]۔

3 - تالیف قلب اور ترغیب اسلام کی خاطر یا اور کسی شرعی مصالح کی وجہ سے انہیں بطور نیکی اور بھلائی کے ہدیہ وغیرہ کرنا جائز ہے ارشاد باری تعالی ہے: (لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ) ترجمہ: جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا، بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے[الممتحنۃ:8]۔

4 - اگر وہ مسلمان کے گھر مہمان بن کے آتا ہے تو اس کی عزت اور اکرام کرنا مستحب ہے جس طرح کہ ایک کافر کے گھر مسلمان کا مہمان بننا جائز ہے۔

5 - شرعی مصلحت کی خاطر کافر کی دعوت کو قبول کرنا جائز ہے جیسا کہ نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کی دعوت کو قبول کیا تھا۔(صحیح بخاری)۔

6 - عارضی اور اتفاقی طور پر ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا جائز ہے نہ یہ کہ انہیں دوست اور ساتھی بنالیا جائے اور ہمیشہ ان کے ساتھ بیٹھ کر ایک دوست اور ساتھی کی طرح کھایا جائے۔

7 - دنیاوی جائز امور میں ان کے ساتھ تعامل اور برتاؤ کرنا جائز ہے جیسا کہ نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے ساتھ تعامل اور برتاؤ کیا، ان کے ساتھ بیع وفروخت کیا۔

8 - مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ کتابیہ عورت سے شادی کرے اگر وہ پاک باز ہو اور دینی اعتبار سے، اولاد اور جان کے اعتبار سے اس کا کوئی نقصان نہ ہو اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ)ترجمہ: آج تمھارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اور ان لوگوں کا کھانا تمھارے لیے حلال ہے جنھیں کتاب دی گئی اور تمھارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور مومن عورتوں میں سے پاک دامن عورتیں اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی۔(المائدہ:5)۔

9 - مسلمانوں کے خلاف کسی بھی ظلم وزیادتی کو ختم کرنے میں مسلمانوں کے لیے کافروں سے مدد لینا جائز ہے، اور اس کے لیے دو شرطیں ہیں:

الف-کافروں سے مدد لینا مجبوری ہو۔

ب-ان کی سازش اور ان کے نقصان سے محفوظ ہو۔

10 -ایک مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ کافر طبیب کے پاس جائے اگر اسے اس پر بھروسہ ہو۔

11 -ان کافروں کو زکوۃ دینا جائز ہے جن سے تالیف قلب مقصود ہو ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ)ترجمہ: صدقات تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اور ان پر مقرر عاملوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے۔(التوبہ:60)۔

12 - ایک مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ ایک کافر کے ساتھ مل کر تجارت کرے اس شرط کے ساتھ کہ اس میں ذمہ داری مسلمان کے پاس ہو۔

13 - کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے اگر اس میں مسلمان کے لیے ذلت ورسوائی کی بات نہ ہو اور نہ ہی اس سے کافر سے دوستی اور محبت لازم آتی ہو، نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی ایک مشرکین سے ہدیہ قبول کیا ہے۔

14 - ایک مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ کفار کے پاس کام کرے، اور اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ وہ کسی کافر کی ماتحتی میں کام کرے، البتہ یہ درست نہیں ہے کہ ایک مسلمان کسی کافر کے پاس ذاتی خادم کے طور پر کام کرے جیسے کہ کھانا بنانا اور کپڑا دھونا وغیرہ۔

15 - دنیاوی مناسبات پر انہیں مبارکباد دینا جائز ہے جیسے کہ بچے کی پیدائش کے وقت اگر اس میں کوئی شرعی مصلحت ہو۔

کفار کے لیے کفریہ ولاء :

کفریہ ولاء کا ضابطہ: کافروں سے محبت کرنا ان کے دین کی خاطر، مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرنا، ان کے ساتھ قتال کرنا، مال اور اسلحہ کے ذریعے ان کی مدد کرنا، یا مسلمانوں کے خلاف ان کی محبت میں جاسوسی کرنا تو یہ محبت اور امداد کفر ہے جو دائرہ اسلام سے خارج کرنے والا ہے۔ بہت سارے علماء نے اس پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔

لیکن اگر یہ امداد کسی شخصی مصلحت کی خاطر ہو یا خوف کی وجہ سے ہو تو یہ کبیرہ گناہ ہو گا دائرہ اسلام سے خارج کرنے والا کفر نہیں ہو گا۔ اس کی دلیل سیدنا حاطب ابن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ ہے جسے امام احمد، امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام نسائی وغیرہ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی زبانی نقل کیا ہے کہ جب سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے قریش کے پاس خط لکھا تھا جس کے اندر وہ انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ کی طرف کوچ کرنے کی خبر دیا تھا، اس موقع پر انہیں بلا کر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے

دریافت کیا تھا:(يَا حَاطِبُ مَا هَذَا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنْ الْمُهَاجِرِينَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ بِمَكَّةَ يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ، فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذَلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ عِنْدَهُمْ يَدًا يَحْمُونَ بِهَا قَرَابَتِي وَمَا فَعَلْتُ كُفْرًا، وَلَا ارْتِدَادًا، وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ صَدَقَكُمْ)ترجمہ:اے حاطب! یہ کیا واقعہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے بارے میں عجلت سے کام نہ لیجئے۔ میری حیثیت (مکہ میں) یہ تھی کہ قریش کے ساتھ میں نے رہنا سہنا اختیار کرلیا تھا' ان سے رشتہ ناتہ میرا کچھ بھی نہ تھا۔ آپ کے ساتھ جو دوسرے مہاجرین ہیں ان کی تو مکہ میں سب کی رشتہ داری ہے اور مکہ والے اسی وجہ سے ان کے عزیزوں کی اور ان کے مالوں کی حفاظت وحمایت کریں گے مگر مکہ والوں کے ساتھ میرا کوئی نسبی تعلق نہیں ہے' اس لیے میں نے سوچا کہ ان پر کوئی احسان کردوں جس سے اثر لے کر وہ میرے بھی عزیزوں کی مکہ میں حفاظت کریں۔ میں نے یہ کام کفر یا ارتداد کی وجہ سے ہرگز نہیں کیا ہے اور نہ اسلام کے بعد کفر سے خوش ہو کر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا کہ حاطب نے سچ کہا ہے۔

ایک فرعی مسئلہ :

کافروں کے کفر سے راضی ہونا یا ان کی تکفیر نہ کرنا یا ان کے کفر میں شک کرنا یا ان کے کفریہ مذاہب میں سے کسی مذہب کی تصحیح کرنا یہ سب کفر ہے، اور اسی میں سے وحدت ادیان کی طرف دعوت دینا یا تقارب ادیان کی دعوت دینا جسے ملت ابراہیمی کا نام دیا جائے اس طور پر یہ عقیدہ رکھے کہ دین اسلام کے علاوہ بھی کوئی دین صحیح ہے تو پھر وہ بھی کافر ہے جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے:(وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ) ترجمہ: اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہوگا۔[آل عمران:85]۔

بلاد کفار میں اقامت پذیر ہونے کی قسمیں :

1 - دائرہ اسلام سے خارج کرنے والا کفر ہے، یہ اس وقت ہو گا جب بلاد کفار میں رہنے والا ان سے اپنی محبت کا اظہار کرے، مثال کے طور پر وہ ان کی مشابہت اختیار کرے ایسی چیزوں میں جن سے دین اسلام سے خروج لازم آتا ہو جیسے کہ وہ عبادت کی نیت سے صلیب پہنے یا ان کی عبادت کی طرح سے عبادت کرے یا ان کا کوئی کفریہ عقیدہ رکھے تو یہ سب کفر ہے؛ کیونکہ اس نے اللہ کے اس قول کی تکذیب کی اور اس کا انکار کیا جس میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ) ترجمہ:اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہر گز قبول نہ کیا جائے گا۔[آل عمران:85]۔

اور اسی طرح سے اگر کوئی نصاری کے گرجاگھر کی زیارت کرے یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کہ یہ زیارت تقرب الہی کا ذریعہ ہے تو یہ بھی کفر ہے۔

2 - حرام ہے: اگر وہ اپنے دین کا اظہار نہ کرے اور ہجرت پر قدرت کے باوجود وہیں پر مقیم رہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:(إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا) ترجمہ: جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہیں تو پوچھتے ہیں، تم کس حال میں تھے؟ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اپنی جگہ کمزور اور مغلوب تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم ہجرت کر جاتے؟ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ پہنچنے کی بری جگہ ہے[النساء:97]۔

3 - جائز ہے: اسکی دو قسمیں ہیں:

الف-جو اپنے دین کو اظہار اور اسے قائم کر سکے۔

ب- جو ہجرت کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو یا تو بیماری کی وجہ سے یا وہیں پر مقیم ہونے پر مجبور ہو ارشاد باری تعالی ہے:(إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا) ترجمہ: مگر جو مرد عورتیں اور بچے بے بس ہیں جنہیں نہ تو کسی چارۂ کار کی طاقت اور نہ کسی راستے کا علم ہے [النساء:98]۔

اظہار دین کا مسئلہ:

اظہار دین حاصل ہو سکتا ہے جب توحید کو ظاہر کیا جائے اور نماز اور دیگر احکام دین کو قائم کیا جائے، اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ کفار کو اس کی خبر دی جائے اور ان کے معبودوں کو برا بھلا کہا جائے۔

یہیں سے یہ معلوم ہوا کہ بلاد کفار کی طرف سفر کرنا تجارت وغیرہ کی غرض سے جائز ہے؛ کیونکہ اس کے لیے ممانعت کی کوئی دلیل نہیں ہے، البتہ یہ شرط ضرور ہے کہ وہ جہاں بھی رہے دین کو ظاہر کرے سوائے اس کے جسے اپنی جان کا خطرہ ہو یا یہ کہ شہوات یا شبہات میں پڑنے کا خطرہ ہو، تو ایسی صورت میں ایسے علاقوں میں اس کا سفر کرنا جائز ہی نہیں ہے، اور یہ صرف بلاد کفار کے لیے خاص نہیں ہے بلکہ یہ خطرہ اگر بلاد مسلمین کے کسی خطے میں بھی ہے تو وہاں بھی جانا درست نہیں ہے۔

دوسرا مطلب:

تکفیر

اقسام کفر کی معرفت سے متعلق چند اہم قواعد:

1 - کفر ایک شرعی حکم ہے جس کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے، اس کی بنیاد خواہشات نفس، انسانی اغراض، بدگمانی یا غلط فہمی پر نہیں ہے۔

2 - ایمان کی طرح کفر کے بھی مختلف شعبے ہیں چنانچہ ایمان کے تعلق سے صحیحین میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:(الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً، أَفْضَلُهَا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَوْضَعُهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ) ترجمہ: ایمان کی ستر سے زائد شاخیں ہیں، ان میں سب سے سب سے بہتر لا الہ الا اللہ اور سب سے کم تر راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے، اور حیاء (شرم) بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

3 - ہر شرک کفر ہے جبکہ ہر کفر شرک نہیں ہے۔

4 - کتاب و سنت کے اندر کفر دو صورتوں میں وارد ہوا ہے:

الف - الف لام معرفہ کے ساتھ؛ چنانچہ اس سے مراد معہود کفر ہے یا اس سے مراد وہ کفر ہے جو دائرہ اسلام سے خارج کرنے والا ہے۔

ب - نکرہ ہو کے آیا ہے جس میں نہ تو الف لام تعریف ہے اور نہ ہی اضافت اور تخصیص ہے، عام طور سے اس سے کفر اکبر مراد نہیں ہوتا ہے بلکہ اس میں اصل یہ ہے کہ وہ کفر اصغر ہو جو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتا ہے۔

5 - اہل السنہ والجماعہ لفظ تکفیر کی بڑی تعظیم کرتے ہیں، یہ اسے صرف اللہ اور اس کے رسول کا حق سمجھتے ہیں، چنانچہ ان کے نزدیک صرف اسی کی تکفیر کرنا جائز ہے جس کی تکفیر اللہ یا اس کے رسول نے کی ہو۔

6 - وہ کفر جو دائرہ اسلام سے خارج کرنے والا اور ارتداد کا موجب ہے اس کے اندر تین مراحل میں فرق پایا جاتا ہے جو کہ درج ذیل ہے :

الف- اس بات کی تعیین کہ یہ جرم کفر اکبر میں سے ہے شرعی دلائل کی روشنی میں۔

ب- پھر تکفیر معین کا مرحلہ جو جرم میں واقع ہے، جس کے اندر سارے شرائط پائے جاتے ہیں اور کوئی مانع بھی نہیں ہے، یہی اہل علم سے متعلق ہے۔

ج- پھر تیسرا مرحلہ ہے جس کے اندر مرنے کے بعد خلود فی النار کی تعیین نہیں ہوتی، ہاں دنیا کے اندر کفر کے احکام جاری کیے جائیں گے۔

اہل السنہ والجماعہ کے اصول میں سے ہے کہ تکفیر مطلق اور تکفیر معین کے درمیان فرق کیا جائے، اور جب یہ کہتے ہیں کہ یہ کفر ہے اور کسی کی تعیین کے ساتھ تکفیر کرتے ہیں تو دونوں کے درمیان کوئی تلازم نہیں پایا جاتا؛ اس لیے کہ ہر کفر کے مرتکب پر کفر کا حکم نہیں لگایا جاتا۔

موانع تکفیر:

1 - جہالت اور لاعلمی :

یعنی شرعی حکم سے عدم واقفیت؛ چنانچہ اگر کوئی جہالت کی بنیاد پر کفریہ عمل کا ارتکاب کر بیٹھے اور اس کی طرف سے کوئی کوتاہی نہ ہو تو اس بنیاد پر اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی جیسے کہ اس نے ابھی نیا نیا اسلام قبول کیا ہو یا یہ کہ وہ بلاد کفار میں رہ رہا ہو یا مسلمانوں کی آبادی سے بہت دور کسی صحرا یا دیہات میں رہنے والا ہو۔

2 - غلطی سے :

یعنی کوئی کام یوں ہی غلطی سے سرزد ہو جائے، وہ صحیح رخ پر اپنا کام انجام دینا چاہتا تھا لیکن غلطی سے غلط رخ پر چلا جائے، اسی طرح اگر غلطی سے کسی کی طرف سے کوئی کفریہ عمل سرزد ہو جائے تو اس پر بھی اس کی تکفیر نہیں کی

جائے گی جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا) ترجمہ: تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں، البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم ارادہ دل سے کرو۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے[الاحزاب:5]۔

3 - مجبوری :

یعنی آدمی کو مجبور کر کے کفریہ عمل کرایا جائے کہ اگر اسے آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ اس کام پر آمادہ نہ ہو؛ چنانچہ اگر جبری طور پر کسی سے کفریہ عمل کرایا جائے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ) ترجمہ: جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو، مگر جو لوگ کھلے دل سے کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لیے بہت بڑا عذاب ہے[النحل:106]۔

تیسرا مطلب:

اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ دوسرے قانون اور دستور کے مطابق فیصلہ کرنا

اللہ کی نازل کرتا شریعت کے علاوہ دوسرے قانون اور دستور کے مطابق فیصلہ کرنے کی کئی صورتیں ہیں:

1 - یہ کہ فیصلہ کرنے والا اللہ کے فیصلے کا انکار کرے، اور یہاں انکار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جھٹلائے اور اس بات کا انکار کرے کہ یہ اللہ کا فیصلہ ہے، تو یہ بالاتفاق کفر ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ) ترجمہ:انہوں نے انکار کردیا حالانکہ ان کے دل یقین کرچکے تھے صرف ظلم اور تکبر کی بنا پر۔ پس دیکھ لیجئے کہ ان فتنہ پرداز لوگوں کا انجام کیسا کچھ ہوا[النمل:14]۔

2 -فیصلہ کرنے والا اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ کسی دوسرے دستور اور قانون کو جائز قرار دے تو یہ استحلال ہے گویا کہ وہ اسے جائز اور حلال سمجھتا ہے تو یہ بھی بالاتفاق کفر ہے، اور اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ قول ہے:(إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ)ترجمہ: مہینوں کا آگے پیچھے کردینا کفر کی زیادتی ہے اس سے وہ لوگ گمراہی میں ڈالے جاتے ہیں جو کافر ہیں۔ ایک سال تو اسے حلال کرلیتے ہیں اور ایک سال اسی کو حرمت والا کرلیتے ہیں، کہ اللہ نے جو حرمت رکھی ہے اس کے شمار میں تو موافقت کرلیں پھر اسے حلال بنالیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے انہیں ان کے برے کام بھلے دکھادیئے گئے ہیں اور قوم کفار کی اللہ رہنمائی نہیں فرماتا[التوبہ:37]۔

3 - یہ کہ فیصلہ کرنے والا اللہ کی نازل کردہ شریعت اور غیر شرعی دستور اور قانون کو برابر سمجھے تو یہ بھی کفر اکبر ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ)ترجمہ: پس اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں مت بناؤ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے[النحل:74]۔

4 - یہ کہ فیصلہ کرنے والا غیر شرعی دستور اور قانون کو اللہ کی شریعت سے افضل اور برتر سمجھے تو یہ بھی کفر اکبر ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:(أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ)ترجمہ: کیا یہ لوگ پھر سے جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟[التوبہ:50]۔

5 - اگر فیصلہ کرنے والا غیر شرعی دستور اور قانون کے مطابق فیصلہ کر رہا ہو خواہشات نفس اور دنیاوی حرص و طمع اور شہوت کی بنیاد پر؛ چنانچہ اگر یہ کچھ انفرادی مسائل ہوں تو یہ فسق و فجور ہو گا اور اگر اس کا تعلق عمومی مسائل سے ہو اس طور پر کہ وہ اپنی طرف سے قانون اور دستور بنائے یا اس سے پہلے قانون اور دستور بنائے گئے ہوں اور اسی کے مطابق وہ عمومی پیمانے پر فیصلے کرتا ہو تو یہ اہل علم کے درمیان محل نزاع ہے؛ کچھ لوگ اس کی تکفیر کرتے ہیں اور اکثر علماء کہتے ہیں کہ یہ کفریہ عمل ہے، اس طرح یہ تکفیر معین کے قائل نہیں ہیں۔

ہاں اگر کوئی غیر شرعی دستور اور قانون کے مطابق فیصلہ کرے تاویل کی بنیاد پر یا جہالت اور نادانی کی بنیاد پر یا مجبوری کی بنیاد پر تو یہ اس کی تکفیر میں رکاوٹ ہو گی یعنی پھر اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اگرچہ یہ گناہ کبیرہ ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

چوتھا مطلب:

بدعت کے بارے میں

اس سے مراد ہر وہ عقیدہ، قول یا فعل ہے جسے آدمی تقرب الہی یا اللہ کی خاطر عبادت سمجھ کر انجام دے اور شریعت میں اس کے جواز کی کوئی دلیل نہ ہو، یا یہ کہ اللہ کی خاطر عبادت سمجھ کر کسی چیز کو چھوڑ دے جب کہ اس کے پاس شریعت سے کوئی دلیل نہ ہو۔

باعتبار متعلق بدعت کی تین قسمیں ہیں:

1 - اعتقادی بدعت :

جیسے کہ تمثیل، تعطیل اور انکار تقدیر کی بدعت۔

2 - عملی بدعت :

جیسے کہ قبروں پر عمارت بنانا، ان پر مسجد بنانا، اور دین کے نام پر غیر شرعی تہوار منانا وغیرہ۔

3 - بدعت ترکیہ :

جیسے کہ عبادت سمجھ کر گوشت کے کھانے کو چھوڑ دینا، اسی طرح عبادت سمجھ کر شادی کرنا ترک کر دینا، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ قول ہے: (أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ) ترجمہ: کیا ان لوگوں نے ایسے (اللہ کے) شریک (مقرر کر رکھے) ہیں جنہوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیئے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں۔ (الشوریٰ:21)۔

اسی طرح ایک حدیث کے اندر آیا ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَعَلَا صَوْتُهُ وَاشْتَدَّ غَضَبُهُ، حَتَّى كَأَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ،... وَيَقُولُ: " أَمَّا

بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ، وَخَيْرُ الْهُدَى هُدَى مُحَمَّدٍ، وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. الحديث .

ترجمہ: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تھے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں تھیں، آواز بلند ہو جاتی تھی اور سخت غصہ اور جلال کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی حتیٰ کہ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ آپ لشکر سے ڈرا رہے ہیں.... اور فرماتے تھے: حمد و صلاۃ کے بعد، بلا شبہ بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ یا بہترین ارشاد و رہنمائی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ (طرز عمل) یا آپ کی رہنمائی ہے اور بدترین کام، نئے کام ہیں اور اور ہر نیا کام گمراہی ہے"۔(صحیح مسلم:867)۔

ایک فرعی مسئلہ: عید یعنی خوشی منانا:

عید کا اطلاق وقت اور جگہ پر ہوتا ہے جو بار بار واپس آئے۔

غیر مشروع عید کا ضابطہ :

غیر مشروع عید کا ضابطہ یہ ہے کہ کسی جگہ یا کسی وقت کی تعظیم کرنا وہاں اکٹھا ہو کر یا خوشی منا کر اور اسی جگہ یا اسی تاریخ کو یہ عمل بار بار دہرانا جب کہ شریعت میں اس کا ثبوت نہ ہو۔

اس کی مثال میلاد کی تاریخ پر عید اور خوشی منانا، اسی طرح شادی کی برسی پر خوشی منانا وغیرہ وغیرہ۔

کچھ ایسے مروجہ عید اور خوشی کے دن جنہیں لوگوں نے اپنا رکھا ہے ان کی دو قسمیں ہیں:

1 - ایسے عید اور خوشی کے دن جنہیں لوگوں نے اپنا رکھا ہے مگر ان کا مقصد عبادت اور تقرب الٰہی کا ذریعہ نہیں ہے جیسے کہ یوم وطن وغیرہ تو یہ حرام ہے۔

2 - ایسے عید اور خوشی کے دن جنہیں لوگوں نے عبادت اور تقرب الٰہی کے طور پر اپنا رکھا ہے تو یہ سخت ترین حرام ہے، جیسے کہ اسراء اور معراج کی رات خوشی منانا اور مساجد کے ہفتہ کے دن خوشی منانا وغیرہ وغیرہ تو یہ بدعت ہے۔

ساتویں فصل

امامت، جماعت، صحابہ اور اولیاء

پہلا مطلب:

امامت اور جماعت

بیعت واجب ہے، نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً) ترجمہ: اور جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں کسی (مسلمان حکمران) کی بیعت نہیں تھی تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔" (صحیح مسلم:1851)۔

حکام کے لیے سمع وطاعت واجب ہے معروف کاموں میں، حج کے قائم کرنے میں، اسی طرح جمعہ اور عید کی نماز حکام کے ساتھ پڑھنے میں خواہ وہ نیک ہوں یا بد، اور ان کے لیے خیر خواہی کا جذبہ رکھنا اور اختلاف کی صورت میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنا ارشاد باری تعالی ہے:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا) ترجمہ: اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ، اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔[النساء:59]۔

اور ان مسلم حکمرانوں کے خلاف خروج اور بغاوت کرنا حرام ہے گرچہ وہ ظلم اور زیادتی کریں مگر اس وقت جب وہ کھلم کھلا علانیہ کفر کا ارتکاب کریں اور اس پر ہمارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل ہو مگر یہ شرط ہے کہ

انہیں ہٹانے کی صورت میں ان کی موجودگی کی وجہ سے جو نقصان ہے اس سے زیادہ نقصان مرتب نہ ہو جیسا کہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث ہے جس کے اندر یہ آیا ہے:(وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ) ترجمہ: اور یہ بھی کہ حکمرانوں کے ساتھ حکومت کے بارے میں اس وقت تک جھگڑا نہ کریں جب تک ان کو اعلانیہ کفر کرتے نہ دیکھ لیں۔ اگر وہ اعلانیہ کفر کریں تو تم کو اللہ کے پاس سے دلیل مل جائے گی۔ (صحیح بخاری: 7056)۔

جماعت اور امامت:

1 - اس باب میں جماعت سے مراد نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں اور وہ لوگ جو احسان اور نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے ہیں اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں، یہ جماعت قیامت تک باقی رہے گی، یہی فرقہ ناجیہ ہے، چنانچہ جو بھی صحابہ کے منہج اور طریقے پر چلے گا وہ اس جماعت میں شامل ہو گا اگرچہ وہ بعض جزئیات میں غلطی کر جائے۔

2 - دین کے اندر گروہ بندی اور فرقہ پرستی جائز نہیں ہے اور نہ ہی مسلمانوں کے درمیان فتنہ پھیلانا جائز ہے، اور اگر مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہو جائے تو اسے کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف لوٹانا واجب ہے، چنانچہ اس مسئلے کو اسی طریقے اور منہج پر حل کیا جائے گا جس پر سلف صالحین یعنی صحابہ کرام قائم تھے۔

3 - مسلمانوں کی جماعت سے جو نکل جائے اسے نصیحت کرنا اور اسے دعوت دینا اور بہتر طریقے سے اس سے بحث ومباحثہ کرنا اور اس پر حجت قائم کرنا واجب ہے، اگر وہ توبہ کر لے اور رجوع کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ شرعی اعتبار سے وہ جس سزا کا مستحق ہو گا اسے دیا جائے گا۔

4 - لوگوں کو انہی امور پر ابھارا جائے جو کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہیں، خواہ مخواہ عام مسلمانوں کو دقیق معاملات میں مبتلا کرنا اور انہیں آزمانا جائز نہیں ہے۔

5 - تمام مسلمانوں میں اصل یہ ہے کہ اس کی نیت اور اعتقاد صحیح سالم ہو یہاں تک کہ اس کے خلاف ظاہر ہو جائے، اور اسی میں سے یہ بھی ہے کہ کسی خطے میں وہاں کے لوگوں کے اندر کچھ باطل عقائد کا رواج ہو تو اصل یہ ہے کہ ان کے کلام کو بہتر محمل پر محمول کیا جائے اور اچھے طریقے سے انہیں سمجھایا جائے یہاں تک کہ ہٹ دھرمی اور بدنیتی ظاہر ہو جائے تو ایسی صورت میں بے جا تکلف برتنے کی ضرورت نہیں ہے۔

6 - وہ فرقے جو سنت سے خارج ہوں انہیں ہلاکت اور دوزخ کی وعید سنائی گئی ہے اور ان کا حکم وہی ہو گا جو عام طور سے اہل وعید کا حکم ہے، الا یہ کہ ان میں جو باطنی طور پر کافر ہو یا جو سلف کے عام اصول عقیدہ کے خلاف ہو، اور وہ فرقے جو اسلام سے خارج ہیں وہ من جملہ کفار ہیں، ان کا حکم وہی ہے جو مرتدین کا ہے۔

7 - جمعہ اور جماعت اسلام کے ظاہری عظیم شعائر میں سے ہیں؛ چنانچہ نماز ہر مسلمان کے پیچھے جائز اور صحیح ہے گرچہ اس کا حال معلوم نہ ہو، اور ایسے شخص کے پیچھے نماز چھوڑ دینا یہ دعوی کرتے ہوئے کہ اس کی حالت مجہول ہے بدعت ہے۔

8 - جو اپنی بدعت کا اظہار کرے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اسی طرح جو اپنے فسق و فجور کا اظہار کرے اس کے پیچھے بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اگر دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کا امکان باقی ہو، لیکن اگر کوئی ایسے بدعتی اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی، گناہ گار فاعل ہو گا الا یہ کہ اس کا مقصد اس سے عظیم مفسدے کا دفع کرنا ہو، لیکن اگر اس سے بہتر کوئی نہ ملے تو پھر اسی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہو گا نماز کا جماعت کے ساتھ چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

اور جس کے اوپر کفر کا فیصلہ صادر ہو جائے اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

9 - امامت کبری ثابت ہو گی اجماع امت کے ذریعے، یا اہل حل وعقد کی بیعت کے ذریعے، یا کوئی طاقت کی بل پر غالب آجائے یہاں تک کہ لوگ اس کے لیے مجتمع ہو جائیں تو اس کی بھی اطاعت واجب ہو گی معروف کاموں

میں، اور اسے بھی نصیحت کی جائے گی، اس کے خلاف خروج اور بغاوت حرام ہے الا یہ کہ اس کی جانب سے صریح کفر ظاہر ہو جائے کہ جس پر اللہ کی طرف سے واضح دلیل موجود ہو۔

10 - نماز، جہاد اور حج جیسے واجبات کو مسلم حکام کے ساتھ پورا کرنا واجب ہے اگرچہ وہ ظالم ہوں۔

11 - دنیاوی حرص و طمع یا جاہلی حمیت کی بنیاد پر مسلمانوں کے درمیان قتال کرنا حرام ہے، یہ گناہ کبیرہ میں سے ہے، ہاں اہل بدعت اور باغیوں اور اس طرح کے دوسرے لوگوں سے قتال کرنا جائز ہے اگر قتال سے کم صورت میں انہیں دفع کرنا ممکن نہ ہو، اور یہ مصلحت اور حالت کے اعتبار سے واجب ہو گا۔

12 - صحابہ کرام سب کے سب عادل ہیں، اس امت میں وہ سب سے افضل ہیں، ان کے حق میں ایمان اور فضل کی گواہی دی جائے گی، ایمان اور فضیلت میں قطعیت کے ساتھ وہ سب سے آگے ہیں، یہ چیز بدیہی طور پر معلوم ہے، ان سے محبت کرنا دین اور ایمان ہے اور ان سے بغض اور دشمنی کرنا کفر اور نفاق ہے، ان کے درمیان جو اختلافات ہوئے ان پر خاموشی اختیار کرنا واجب ہے، ایسی تمام چیزوں میں بحث و مباحثہ کرنا حرام ہے جن سے ان کی عیب جوئی اور گستاخی لازم آئے۔

ان میں سب سے افضل ابو بکر، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں، اور یہی خلفائے راشدین ہیں، ان میں سے ہر ایک کی خلافت حسب ترتیب ثابت ہے۔

13 - آل رسول سے محبت کرنا اور ان سے دوستی کرنا دین کا حصہ ہے اور اسی طرح ازواج مطہرات کی تعظیم کرنا، ان کے فضل و مقام کو جاننا، ائمہ سلف اور اسی طرح علمائے سنت سے محبت کرنا اور ان تمام لوگوں سے جو احسان اور بھلائی کے ساتھ ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں اور ساتھ ہی نفس پرست بدعتیوں سے دور رہنا واجب ہے۔

14 - اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اسلام کی بلند چوٹی ہے اور یہ قیامت تک جاری رہے گا۔

15 - شریعت کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا اسلام کے عظیم شعائر میں سے ہے، اور اسی طرح مسلمانوں کی جماعت کے تحفظ کا سبب ہے، اور یہ فریضہ حسب استطاعت واجب ہے، مصلحت کا بھی اس میں خیال کیا جائے گا۔

دوسرا مطلب:

صحابہ کرام

صحابی کسے کہتے ہیں؟

صحابی کہتے ہیں جس نے نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کی حالت میں ملاقات کی ہو اور ایمان ہی کی حالت میں وفات پائی ہو۔

صحابہ انبیاء کے بعد لوگوں میں سب سے افضل ہیں اور سب کے سب عادل ہیں، ارشاد باری تعالی ہے:(مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا)ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحمدل ہیں، تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں، ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے، ان کی یہی مثال تورات میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں ہے، مثل اسی کھیتی کے جس نے اپنا انکھوا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے، ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے[الفتح:29]۔

صحابہ کرام فضیلت اور مرتبے میں ایک دوسرے سے متفاوت ہیں:

1 -مہاجرین صحابہ انصار صحابہ سے افضل ہیں۔

2 - جنہوں نے صلح حدیبیہ سے پہلے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور خرچ کیا وہ ان لوگوں سے زیادہ افضل ہیں جنہوں نے صلح حدیبیہ کے بعد اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور خرچ کیا۔

3 - اہل بدر دوسروں کے مقابلے زیادہ افضل ہیں۔

4 - اہل بیعت رضوان دوسروں کے مقابلے زیادہ افضل ہیں۔

اس طرح بعض کو بعض پر خصوصی فضیلت حاصل ہے چنانچہ صحابہ میں سب سے افضل :

1 - خلفائے راشدین ہیں یعنی ابو بکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

2 - پھر اس کے بعد باقی عشرہ مبشرہ ہیں یعنی عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر ابن عوام، ابو عبیدہ عامر بن جراح اور سعید ابن زید رضی اللہ عنہ اجمعین۔

3 - اہل بیت، اور اس سے مراد آل علی، آل عقیل، آل عباس اور بنو حارث بن عبد المطلب ہیں، اور اہل بیت میں ازواج مطہرات بھی شامل ہیں جن میں سب سے افضل سیدہ خدیجہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما ہیں۔

صحابہ کے تیئں ہم پر کیا واجب ہے؟

1 - ان سے محبت کرنا اور ان سے ولاء اور دلی لگاؤ کا اظہار کرنا، ان کے لیے اللہ کی رضا اور خوشنودی کی دعا کرنا اور ان کے حق میں استغفار کرنا۔

2 - ان کے تیئں دلوں کو پاک صاف رکھنا۔

3 - ان کے اندر ہوئے اختلافی مسائل پر خاموشی اختیار کرنا۔

ایک فرعی مسئلہ :

صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے اور ان پر طعن و تشنیع کرنے کی کئی صورتیں ہیں:

1 - ان میں سے سب کو برا بھلا کہا جائے یا اکثر کو جس سے ان کے دین اور ان کی عدالت پر طعن و تشنیع لازم آئے تو یہ کفر ہے۔

2 - ان صحابہ کو برا بھلا کہا جائے جن کی فضیلت میں متواتر نصوص وارد ہوئے ہیں جن سے ان کے دین یا ان کی عدالت پر طعن و تشنیع لازم آئے تو یہ بھی کفر ہے۔

3 - ان صحابہ کو برا بھلا کہا جائے جن کی فضیلت میں متواتر نصوص وارد نہیں ہوئے ہیں مگر اس سے ان کے دین یا ان کی عدالت پر طعن و تشنیع لازم آئے تو یہ بھی کفر ہے۔

4 - ان میں سے سب کو یا اکثر کو برا بھلا کہا جائے جس سے ان کے دین پر طعن و تشنیع لازم نہ آئے جیسے کہ انہیں بخل، جہالت یا سیاست سے میں عدم واقفیت جیسے الفاظ سے نوازا جائے تو یہ فسق وفجور اور نفاق ہوگا، اسے تعزیری سزا دی جائے گی۔

5 - یہ کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو ایسی چیزوں کو لے کر برا بھلا کہا جائے جس سے کہ اللہ تعالی نے انہیں بری قرار دے دیا ہے تو یہ کفر ہوگا؛ کیونکہ اس میں قرآن کی تکذیب ہے۔

6 - یہ کہ باقی امہات المومنین کو ایسی چیزوں کو لے کر برا بھلا کہا جائے جن سے کہ اللہ تعالی نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو بری قرار دے دیا ہے تو یہ بھی کفر ہوگا۔

تیسرا مطلب:

اولیاء

ولی ہر متقی مومن کو کہتے ہیں، ارشاد باری تعالی ہے:(أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ[62] الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ)ترجمہ:یادرکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں[62]یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور(برائیوں سے)پرہیز رکھتے ہیں[یونس:63]۔

ولایت کے اندر مرتبہ اسی اعتبار سے ہوگا جس قدر ایمان اور تقوی کے اندر مرتبہ ہوگا نہ کہ حسب ونسب کی بنیاد پر، اللہ تعالی نے فرمایا:(إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ)ترجمہ:بے شک تم میں سب سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔(الحجرات:13)۔

* کرامت :

کرامت ایسی خرق عادت امر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالی اپنے کسی نیک بندے کے ہاتھ پر جاری کرے اس کے لیے کرامت کے طور پر اور اس نبی کی تصدیق کے طور پر جس کا وہ پیروکار ہے۔

آٹھویں فصل

روافض اور صوفیوں کے مختصر عقائد

اولا:روافض کے مختصر عقائد

روافض کا تعارف :

رافضی شیعوں کا موسس اور بانی عبد اللہ بن سبا یہودی ہے، اور اس نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسلام کا لبادہ اوڑھا، اس کے بعد شیعہ مختلف فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئے جن میں سب سے مشہور اور زیادہ اس وقت اثنا عشری شیعہ ہے۔

اثنا عشری روافض کا تعارف :

یہ شیعوں کا ایک فرقہ ہے، اس کے کئی نام ہیں، ان میں سے اثنا عشری، روافض، شیعہ اور امامیہ زیادہ مشہور ہیں، ان کے بہت سارے ایسے عقائد ہیں جو مسلمانوں کے عقائد کے خلاف ہیں جن کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ اثنا عشری روافض کون ہیں۔

اثنا عشری روافض کے عقائد

1 - یہ تحریف قرآن کے قائل ہیں، یہ عقیدہ ان کی کتابوں میں بھرا ہوا ہے بلکہ حسین طبرسی (متوفی 1320 ہجری) نے باقاعدہ الگ سے (فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب) کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔

2 - یہ قرآن کریم کی آیتوں کی باطنی تفسیر کرتے ہیں اور ایسی بھونڈی تفسیر کرتے ہیں جس سے اہل عقل انگشت بدنداں ہو جائیں۔

3 - سنت نبویہ کا کلی طور پر انکار کرتے ہیں سوائے ان روایتوں کے جو ان کے مزعومہ ائمہ سے مروی ہوں، اور اسی طرح یہ محدثین امت پر قبیح طعن و تشنیع کرتے ہیں۔

4 - روافض کے یہاں ان کے ائمہ کا اقوال اللہ اور اس کے رسول کے اقوال کی طرح ہے۔

5 - اہل السنہ کی مخالفت ہی ان کے ہاں ہدایت ہے بلکہ ان کے خفیہ اور باطنی عقائد میں سے ایک عقیدہ طینت ہے جو یہ کہتا ہے کہ اہل السنہ کی نیکیاں شیعوں کے لیے ہیں اور شیعوں کی برائیاں اہل السنہ کے اوپر جائیں گی۔

6 - ان کے ہاں امامت دین کا ایک رکن ہے بلکہ یہی پہلا رکن ہے، اس کا منکر کافر ہے، ان کے یہاں 12 / ائمہ ہیں جن میں سب سے پہلے امام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں اور آخری امام مہدی منتظر ہیں جن کا نام محمد بن حسن عسکری ہے، اور یہ سب علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں سوائے آخری امام کے کہ جن کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں ہے۔

7 - ان کے یہاں امام کا مقام مقرب فرشتوں اور نبیوں سے بھی بڑھ کر ہے، اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کے ہاں ائمہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں، وہ غیب کا علم رکھتے ہیں بلکہ انبیاء سے بھی زیادہ جانکار اور ان سے زیادہ افضل ہیں، بلکہ ان کے نزدیک وہ مردوں کو بھی زندہ کرنے پر قادر ہیں۔

8 - یہ اپنے ائمہ کے بارے میں معصوم ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ ہر غلطی اور بھول چوک سے پاک ہیں۔

9 - یہ صحابہ کے مرتد ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، اور ان پر طرح طرح کے قبیح طعن و تشنیع کرتے ہیں سوائے تین صحابہ کے، بعض روایتوں میں چار کا ذکر آتا ہے اور بعض کے اندر صرف چھ کا ذکر آتا ہے، جن میں سلمان، مقداد، ابوذر اور عمار رضی اللہ عنہم اجمعین کا نام آتا ہے۔ چنانچہ جب یہ صحابہ کے لیے خوشنودی الہی کی دعا کرتے ہیں تو انہی صحابہ کو مراد لیتے ہیں۔

10 -ان کے یہاں ولاء نہیں ہے مگر براءت کے ساتھ،اور اس سے مقصود ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے براءت کا اظہار ہے۔

11 -یہ ابولولو مجوسی کو جو کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے بابا شجاع الدین کا لقب دیتے ہیں،اور جس دن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اسے یوم عید اکبر اور یوم برکت کے نام سے مناتے ہیں۔

12 -یہ اپنے ائمہ کی قبروں کے تئیں غلو سے کام لیتے ہیں اور ان کے مشاہد کی زیارت اور حج کرتے ہیں،اور ان کا عقیدہ ہے کہ کربلا کی مٹی اور کربلا کی دیگر جگہیں سب سے مقدس جگہیں ہیں،اور ان کے یہاں یہ رائج عقیدہ ہے کہ کربلا کا حج کرنا بیت اللہ کا حج کرنے سے ہزاروں مرتبہ بہتر ہے،اور ان کے ہاں مقام قم جنت کی طرف جانے کا ایک دروازہ ہے،اور اہل قم کو دوسروں کی طرح میدان محشر میں جمع نہیں کیا جائے گا۔

13 -یہ رجعت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اس تعلق سے ان کے یہاں 50 / سے زیادہ کتابوں میں 200 / سے زیادہ حدیثیں پائی جاتی ہیں، جس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی کچھ لوگوں کو جو پہلے مر چکے ہیں دنیا کی طرف واپس لوٹائے گا ان کے انہی شکلوں میں جن پر وہ پہلے تھے،اور یہ اس وقت ہو گا جب ان کا مزعومہ مہدی آئے گا جو انہی کو واپس لوٹائے گا جس کا مقام بہت بلند ہو گا یا جو فساد میں سب سے آگے ہو گا، پھر اس کے بعد انہیں موت دے دی جائے گی،اور ان دشمنوں میں جنہیں واپس لوٹایا جائے گا انتقام کے طور پر سر فہرست ابو بکر اور عمر ہوں گے رضی اللہ عنہما۔

14 -مزعومہ مہدی محمد بن حسن عسکری کی غیبت کا عقیدہ:یعنی وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ محمد بن حسن عسکری چار سال کی عمر میں سامراء نامی جگہ پر ایک غار کے اندر چھپ گئے تھے جو کہ بغداد اور تکریت کے درمیان واقع ہے، شیعوں کے یہاں ان کے کئی سارے القاب ہیں جن میں سے مہدی، حجت، قائم،صاحب زمان وغیرہ ہے۔

15 -ان کے عقائد میں سے ایک تقیہ ہے یعنی یہ اپنی مخالفین کے سامنے حق بات چھپاتے ہیں، یہ ان کے اصول مذہب میں سے ہے، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی سب سے بڑی اور محبوب عبادت تقیہ ہے، بلکہ ان کے نزدیک دین کا دس میں سے نو حصہ یہی ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ اس کے پاس دین ہی نہیں جس کے پاس تقیہ نہ ہو۔

16 - یہ عورتوں سے متعہ کرنے کے جواز کا عقیدہ رکھتے ہیں بلکہ اسے ان افضل اعمال میں شمار کرتے ہیں جن کے ذریعے اللہ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے، یہ اس کے فضائل بیان کرتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ جس نے ایک مومنہ عورت سے متعہ کیا گویا اس نے 70/ مرتبہ کعبہ کی زیارت کی، ان کے ہاں متعہ کی اولاد شرعی بیوی کی اعلاد سے زیادہ افضل ہوتا ہے، ان کے ہاں متعہ کا منکر کافر اور مرتد ہوتا ہے، انکے یہاں متعہ کی کوئی حد نہیں ہے، چنانچہ ہزار عورتوں سے بھی اگر کوئی متعہ کرتا ہے تو یہ جائز ہے۔

17 - مسلمانوں سے ان کے مال میں خمس لینے کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ جب سالانہ خرچ سے زائد مال ہو جائے تو اس میں سے خمس نکالا جائے، کہتے ہیں کہ اس میں سے نصف خمس اس زمانے کے امام کے لیے ہے جسے ان کے یہاں ان کا روحانی مرشد لے گا اور اسے ایسی جگہوں پر خرچ کرے گا امام غائب کی مرضی سے جسے دوسرا کوئی نہیں جانے گا۔

18 - یہ ظہر عصر اور اسی طرح سے مغرب عشاء کے درمیان جمع صلاۃ کے قائل ہیں خواہ کوئی عذر ہو یا نہ ہو۔

19 - اثنا عشری شیعہ وضو میں دونوں پیروں کے مسح کے قائل ہیں مگر ساتھ ہی یہ موزے پر مسح کے قائل نہیں ہیں۔

دوم: صوفیاء کے مختصر عقائد

صوفیاء کسے کہتے ہیں؟

یہ ایک دینی فرقہ ہے جو عالم اسلام کے اندر تیسری صدی ہجری میں پھیلا تھا، ابتداء میں انفرادی طور پر یہ لوگ زہد وورع، ترک دنیا اور سخت کوشی، ریاضت وعبادت کی طرف دعوت دیتے تھے جو کہ دراصل رد عمل تھا ان لوگوں کے مقابلے میں جو دنیاوی عیش پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے، پھر یہی زہد وتقوی دھیرے دھیرے تصوف کے سلاسل اور مسالک میں تبدیل ہوگیا۔

صوفیاء کے طبقات:

صوفیا کے طبقات کے تعارف کے طریقے سے ان کی نشوونما کا بھی تعارف ہوجائے گا، اور وہ درج ذیل ہے:

پہلا طبقہ:

یہ طبقہ صدق وصفا اور زہد وورع نیز ترک دنیا میں معروف ہوا، البتہ سلوک اور عبادت میں انحراف پایا گیا؛ کیونکہ ان کا سلوک اور ان کی عبادت اس طریقے پر نہیں تھی جس طریقے اور منہج پر صدر اول کے لوگ قائم تھے یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اگرچہ ان صوفیوں میں سے اکثر کا عقیدہ صحیح سالم تھا جیسے کہ جنید، سلیمان دارانی اور معروف کرخی وغیرہ۔

دوسرا طبقہ:

اس طبقے کے اندر زہد وتقوی کے ساتھ ساتھ باطنی عبارتیں بھی پائی گئیں، اور ان کے اندر عملی ریاضت جیسے زہد کے ساتھ ساتھ تجریدی تعمل اور نظری کلام بھی پایا گیا اور کچھ ایسے غریب مصطلحات ان کے کلام میں ظاہر ہوئے جو پہلے سے معروف نہیں تھے جیسے کہ وحدت، فنا، اتحاد، حلول، کشف، احوال، مقامات وغیرہ، اسی طرح ان کے ہاں شریعت اور حقیقت کے درمیان تفریق بھی عام ہوگئی، انہوں نے اپنا نام ارباب حقائق اور اہل باطن رکھ لیا

جبکہ مسلمانوں کے فقہاء کو یہ اہل ظاہر کہنے لگے، یہی وہ طبقہ ہے جو موجودہ تصوف کے باطل افکار کی بنیاد ہے اور اس کے لیے عملی آغاز ہے؛ چنانچہ اس وقت تصوف کے اندر جو بھی انحرافات بدعات اور خرافات موجود ہیں ان سب کی بنیاد اسی وقت پڑ چکی تھی، دوسرے طبقے کے مشہور صوفیوں میں ذوالنون اور ابویزید بسطامی وغیرہ ہیں۔

تیسرا طبقہ:

یہ وہ طبقہ ہے جس کے اندر تصور یونانی فلسفہ سے غلط ملط ہوا ہے، اور اسی طبقے کے اندر بہت سارے منحرف افکار اور عقائد ظاہر ہوئے ہیں جیسے کہ حلول، اتحاد اور وحدت الوجود وغیرہ، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ موجود ہے وہی اللہ ہے، اور اتحاد کا معنی یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خالق مخلوق کے ساتھ متحد ہے اور خالق مخلوق کے اندر ہے، اس طبقہ کے مشہور صوفیامیں سے حلاج، ابن عربی، ابن فارض اور ابن سبعین وغیرہ ہیں۔

صوفیوں کے عقائد:

1 - اللہ سبحانہ وتعالی کے تعلق سے:

صوفیا اللہ کے تعلق سے مختلف طرح کے عقائد رکھتے ہیں جیسے کہ حلول اور وحدت الوجود کا عقیدہ، اس عقیدے کے مطابق خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی فرق نہیں رہ جاتا، اور یہ آخری عقیدہ وحدت الوجود تیسری صدی ہجری سے آج تک سب سے زیادہ مشہور ہوا، یہ تمام صوفیوں کے یہاں پایا جاتا ہے۔

2 - رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے صوفیا کا عقیدہ :

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں صوفیاء مختلف عقائد رکھتے ہیں؛ چنانچہ ان کا گمان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صوفیوں کے مقام و مرتبے اور ان کے احوال تک نہیں پہنچ سکتے اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صوفیوں کے علوم سے ناواقف ہیں، یہ عقیدہ ابن عربی اور اس کے بعد کے صوفیاء کا ہے۔ بعض صوفیا تو یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کا قبہ یعنی گنبد ہیں، اور وہی اللہ ہے جو عرش پر مستوی

ہے، اور یہ کہ تمام آسمان وزمین، عرش اور کرسی اور تمام کائنات آپ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں، اور یہ کہ آپ ہی پہلے موجود ہیں اور آپ ہی اللہ کے عرش پر مستوی ہیں، استغفر اللہ۔

3 - اولیاء کے بارے میں :

اولیاء کے بارے میں بھی صوفیاء کے مختلف عقائد ہیں؛ چنانچہ یہ لوگ ولی کو نبی سے افضل سمجھتے ہیں، عام صوفیاء ولی کو اللہ کے برابر سمجھتے ہیں اس کے تمام صفات میں، چنانچہ انکے نزدیک ایک ولی پیدا کرتا ہے، روزی دیتا ہے، مارتا جلاتا ہے اور کائنات کے اندر تصرف کرتا ہے۔

4 - قبروں اور مزاروں سے متعلق:

صوفیاء ولیوں اور بزرگوں کی قبروں کے بارے میں غلو سے کام لیتے ہیں؛ چنانچہ قبروں اور مزاروں کی اس قدر تعظیم کرتے ہیں جو دین کے مخالف ہوتا ہے؛ چنانچہ یہ قبروں اور مزاروں سے تبرک حاصل کرنے کو جائز سمجھتے ہیں، قبروں میں جو دفن ہیں ان سے استغاثہ کرنے اور ان کا وسیلہ پکڑنے، ان کے نام پر نذر ونیاز کرنے اور چڑھاوا چڑھانے کو جائز سمجھتے ہیں، اور اس کے علاوہ بھی بہت ساری بدعات اور شرکیہ اعمال انجام دیتے ہیں ان قبروں کے پاس۔

5 - جنت اور دوزخ کے تعلق سے :

جہاں تک جنت کا تعلق ہے تو تمام صوفیا کا یہ عقیدہ ہے کہ اس کی خواہش کرنا اور اس کا طلب کرنا یہ بڑے عیب کی بات ہے، ایک ولی کے لیے یہ بالکل جائز نہیں ہے کہ وہ جنت کے لیے کوشش کرے اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ وہ اسے طلب کرے، جنت کا طالب ان کے یہاں ناقص ہے، ان کے یہاں طلب اور رغبت ان کا مزعومہ عقیدہ (فنا فی اللہ) ہے۔

اور جہاں تک دوزخ کا تعلق ہے تو صوفیا کا یہ عقیدہ ہے کہ اس سے بھاگنا ایک کامل صوفی کی علامت نہیں ہے: چنانچہ ان کے یہاں جو وحدت الوجود کا عقیدہ رکھتا ہے وہ یہ مانتا ہے کہ جو بھی دوزخ میں جائے گا اس کے لیے وہ

نعمت اور نرمی کا ذریعہ ہو گا جو کہ جنت کی نعمت سے کم نہیں ہو گا، بلکہ اس سے بھی زیادہ ٹھیک ہو گا، یہی ابن عربی کا مذہب اور اس کا عقیدہ ہے۔

6 -عبادات کے تعلق سے :

صوفیا کا عقیدہ ہے کہ نماز روزہ حج اور زکوۃ وغیرہ یہ عوام کے لیے عبادات ہیں، جبکہ یہ اپنے آپ کو خواص کا نام دیتے ہیں یا خاص الخواص کہتے ہیں، اور اسی لیے اپنے لیے کچھ مخصوص عبادات خاص کر لیے ہیں؛ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے ہر جماعت اپنے لیے کچھ خاص شرعی احکام مختص کر لیے ہیں، جسے کہ مخصوص ذکر مخصوص ہیت میں، اسی طرح خلوت اور گوشہ نشینی، کچھ مخصوص کھانے پینے کی چیزیں اور اسی طرح کچھ مخصوص لباس اور کچھ مخصوص تفریحات وغیرہ۔

7 -حلال وحرام کے تعلق سے :

جہاں تک وحدت الوجودی صوفیا کا تعلق ہے تو ان کے یہاں کوئی چیز حرام نہیں ہے؛ کیونکہ ساری چیزیں بعینہ ایک ہی ہیں، جبکہ بعض صوفیاء کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی نے ان سے شرعی تکالیف کو ساقط کر دیا ہے، اور ان کے لیے ان عام چیزوں کو بھی حلال کر دیا ہے جو دوسروں کے اوپر حرام ہیں۔

8 - حکومت، سلطان اور سیاست صوفیاء کا یہ منہج ہے کہ شر سے مقابلہ کرنا جائز نہیں ہے اور نہ ہی سلاطین پر غلبہ حاصل کرنا جائز ہے؛ اس لیے کہ ان کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالی نے بندوں کو جیسا چاہا ہے قائم رکھا ہے۔

فہرست موضوعات

موضوعات	صفحہ

مقدمہ	2
پہلی فصل: عقیدے کی تعریف، اس کی بنیاد، اس کے حصول کے اصول و مصادر	
اور اس سے مسائل کا استنباط و استدلال	3
پہلا مطلب: عقیدہ اور توحید کی تعریف	3
جس نے توحید کے تقاضوں کو پورا کیا وہ جنت میں جائے گا	4
دوسرا مطلب: عقیدے کی بنیاد، اس کے حصول کے اصول و مصادر اور اس سے	
مسائل کا استنباط و استدلال	5
حصول عقیدہ کے اصول و مصادر اور اس سے مسائل کا استنباط و استدلال	5
تیسرا مطلب : لا الہ الا اللہ کی گواہی دینا	8
کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا مفہوم	8
ایک فرعی مسئلہ	8
چوتھا مطلب: شرک اکبر اور شرک اصغر	9
ایک فرعی مسئلہ	10

شرک اکبر کی شکلیں	10
شرک اصغر کی شکلیں	12
پانچواں مطلب : کفر اور اسکی قسمیں	14
دوسری فصل : عبادت اور اس میں شرک اپنانا	18
پہلا مطلب:عبادت کی تعریف	18
دوسرا مطلب:عبادت کی دونوں شرطیں	19
تیسرا مطلب:عبادت کی قسمیں	20
جائز اور مشروع وسیلہ پکڑنا	22
محبت کی کئی قسمیں ہیں	24
خوف کی قسمیں	26
توکل اور اسکی قسمیں	30
ذبیحہ اور اسکی ناجائز شکلیں	31
قبروں کی زیارت	32
شرک میں واقع ہونے کے اسباب	32
چوتھا مطلب:ریاکاری اور اسکی شکلیں	34
ایک فرعی مسئلہ:ریاکاری کا کفارہ	37
پانچواں مطلب : انسان کا اپنے عمل کے ذریعے دنیا کا ارادہ کرنا	38

تیسری فصلایمان اور اس کے ارکان	41
پہلا مطلب :ایمان کی تعریف	41
دوسرا مطلب :اسلام اور ایمان کے درمیان کیا تعلق ہے؟	44
تیسرا مطلب:ارکان ایمان	45
وجود باری تعالی پر درج ذیل امور دلالت کرتے ہیں	45
ربوبیت کی بنیاد تین چیزوں پہ ہے	47
اللہ کے اسماءوصفات میں اہل السنہ کا طریقہ اور منہج	49
اثبات صفات میں کچھ امور سے اجتناب کرنا ضروری ہے	51
استوائے عرش کی صفت	52
کلام کی صفت	53
صفت رویت	54
اس شخص کا حکم جو کتاب وسنت سے ثابت شدہ صفات سے کسی صفت کا انکار کرے	55
دوسرا رکن:ایمان بالملائکہ	55
تیسرا رکن:ایمان بالکتب	56
چوتھا رکن:ایمان بالرسل	57
پانچواں رکن:ایمان بالآخرہ	60
قبر کی آزمائش	62

صور میں پھونکنا	65
قیامت کے دن شفاعت کی کئی قسمیں ہیں	67
مومن کے حساب وکتاب کی صفت	71
پل صراط:	76
جنت اور دوزخ	77
موت کا ذبح کیا جانا	79
چھٹا رکن: ایمان بالقدر	80
چوتھی فصل: جزوی طور پر اسباب پر بھروسہ کرنا	83
پہلا مطلب: اسباب کے تعلق سے لوگوں کے اقسام	83
دوسرا مطلب: اسباب کی قسمیں اور ہر قسم کا حکم	85
تیسرا مطلب: دوا اور علاج کروانا	87
چوتھا مطلب: رقیہ یعنی جھاڑ پھوک کرانا	88
پانچواں مطلب: تمیمہ یعنی تعویذ لٹکانا	91
چھٹا مطلب: طیرہ یعنی بد شگونی لینا	92
ساتواں مطلب: ستاروں کے ذریعے بارش طلب کرنا	95
آٹھواں مطلب: غیر اللہ کی طرف نعمتوں کو منسوب کرنا	96
نواں مطلب: تبرک	98

دسواں مطلب: جادو 101

جادوگر کے توبہ کا مسئلہ 104

پانچویں فصل: شرکیہ الفاظ 107

پہلا مطلب: غیر اللہ کی قسم کھانا 107

دوسرا مطلب: اللہ تعالی اور اس کے کسی مخلوق کو کسی ایسے معاملے میں ایک ساتھ
شریک کرنا کہ جس کے کرنے پر مخلوق قادر ہو 109

تیسرا مطلب: ایسے اسماء جن کے اندر ایسی تعظیم پائی جائے جو صرف اللہ عزوجل
ہی کے لیے لائق اور زیبا ہو 110

چوتھا مطلب: وہ اسماء جن کے ذریعے اللہ نے خود اپنا نام رکھا ہو 111

پانچواں مطلب: غیر اللہ کے لیے ایسے اسماء جو عبادت کے معنی میں ہو 112

چھٹا مطلب: نچھتروں کے ذریعے بارش طلب کرنا 113

ساتواں مطلب: زمانے کو برا بھلا کہنا 115

آٹھواں مطلب: شکوی وشکایت 117

چھٹی فصل: ولاء وبراء، بدعت اور تکفیر 118

پہلا مطلب: ولاء وبراء 118

کفار کی کئی قسمیں ہیں 120

کفار کے لیے کفریہ ولاء 127

بلاد کفار میں اقامت پذیر ہونے کی قسمیں	129
اظہار دین کا مسئلہ	130
دوسرا مطلب: تکفیر	131
موانع تکفیر	132
تیسرا مطلب: اللہ کی نازل کردہ شریعت کے علاوہ دوسرے قانون اور دستور کے مطابق فیصلہ کرنا	134
چوتھا مطلب: بدعت کے بارے میں	136
عید یعنی خوشی منانا	137
ساتویں فصل امامت، جماعت، صحابہ اور اولیاء	139
پہلا مطلب: امامت اور جماعت	139
دوسرا مطلب: صحابہ کرام	143
تیسرا مطلب: اولیاء	146
آٹھویں فصل: روافض اور صوفیوں کے مختصر عقائد	148
اولا: روافض کے مختصر عقائد	148
صوفیاء کے مختصر عقائد	152
صوفیوں کے عقائد	153
فہرست موضوعات	156